ABSTRACTS

The Contribution of "Anjuman Taraqqi e Urdu" for the Promotion Iqbaliat

In the formation of Anjuman Taraqqi e Urdu the role of Sir Syed's scientific society had been vital, with the establishment of scientific society the literary, educational, political and social aspects of Muslims witnessed a remarkable change.

The research and literary activities of Anjuman Taraqqi e Urdu have a story, from here worth mentioning efforts are launched to understand Iqbaliat which are still continued.

The two literary magazines "Quarterly Urdu and Monthly Qoumi Zaban" published from the platform of Anjuman Taraqqi e Urdu have the honour to present continuously the research, analytical and scholarly material on Iqbal. Its number has reached upto 500 essays uptil now.

The literary worth and value of these essays can be assessed in the manner that the later writers got full advantage of the same and these essays have also been published in other literary magazines.

In this article after the brief introduction of Anjuman e Taraqqi Urdu a list of essays published in "Quarterly Urdu and Monthly Qoumi Zaban" has been given and fifteen essays reflecting the Iqbal's educational thoughts have also been included.

The purpose of this article is to highlight and promote the services of Anjuman Taraqqi e Urdu regarding Iqbaliat. The literary value of these magazines, books and essays has been acknowledged and their effects on Iqbaliat have been studied.

وجیہ الحسن صدیقی

ڈاکٹر سیّد جاوید اقبال

اقبال شناسی کے فروغ میں انجمن ترقی اُردو پاکستان کا حصّہ

اس مقالے کا مقصد اقبال شناسی میں ''انجمن ترقی اردو''، پاکستان کی خدمات کا جائزہ لینا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے تمہید میں انجمن ترقی اردو کا ایک مختصر تعارف ہے، اس کے بعد انجمن ترقی اُردو، ہند سے شائع ہونے والے سہ ماہی ''اردو'' کے ''اقبال نمبر'' (مطبوعہ ۱۹۲۷ء) کی تفصیلات ہیں۔ اس کے بعد ''انجمن'' کی جانب سے شائع ہونے والی کتب پر تبصرہ ہے۔ پھر ماہ نامہ ''قومی زبان'' میں شائع ہونے والے (جون ۱۹۴۸ء تا جون ۲۰۰۸ء) چارسوتیئس (۴۲۳) مضامین کی موضوعاتی فہرست دے کر ان میں شامل

ایسے ۱۵ مضامین کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے جو اقبال کے تعلیمی نظریات سے متعلق ہیں۔ مضمون کے آخر میں ماحصل دیا گیا ہے۔

(الف)

انجمن ترقی اردو کے قیام کا مخصوص سیاسی اور سماجی پس منظر بھی ہے۔ جسے سرسید کی اردو کے حوالے سے خدمات کا نتیجہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ سرسید کے پیشِ نظر دو مقاصد تھے۔ پہلا اردو زبان کا تحفظ اور دوسرا اصلاحِ معاشرہ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد مسلمانوں کے لیے حالات یکسر بدل چکے تھے۔ ہر سطح پر استحصال کی وجہ سے مسلمان سیاسی تنہائی کا شکار تھے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ مسلمان جدید علوم کو محض اس لیے حاصل نہیں کر رہے تھے کہ یہ علوم انگریزی زبان میں تھے جس سے انھیں سخت نفرت تھی اس لیے کہ یہ انگریز سامراج کی زبان تھی۔ اس کے برعکس ہندو جدید علوم پر دسترس حاصل کر کے اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کی یہ حالت زار دیکھ کر سرسید نے انھیں جدید علوم سیکھنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ اس حوالے سے عملی کوششیں بھی کیں۔ انھوں نے مسلمانوں پر یہ بات واضح کی کہ دیگر مذاہب کے اثرات قبول نہ کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں اصلاحِ معاشرہ کے لیے جدید سائنسی علوم پر دسترس حاصل کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ جس کے بغیر مسلمان جملہ مسائل سے نبرد آزما نہیں ہو سکتے۔ لیکن جب سرسید پر یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ مسلمان کسی طرح بھی انگریزی تعلیم کے حق میں نہیں ہیں تو انھوں نے ۱۸۶۴ء میں غازی پور میں ''ساین ٹی فک سوسائٹی'' کی بنیاد رکھی جس کا مقصد یہ تھا کہ ''جدید علوم وفنون کی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کر کے مسلمانوں کے لیے اس کی اشاعت کی جائے''[۱] ڈاکٹر ذکیہ رانی خطباتِ سرسید، جلد اوّل کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ:

''مغربی علوم وفنون کو ہندوستان کی عام فہم زبان میں ترجمہ کرنے کی غرض سے ''ساین ٹی فک سوسائٹی'' قائم کی، اس کا ابتدائی نام ''ٹرانسلیشن سوسائٹی'' تھا۔ سید احمد اور کرنل گراہم (Col. Graham) دونوں اس کے سیکریٹری تھے۔[۲]

اس اقدام کا مثبت ردِعمل سامنے آیا اور مسلمان جدید علوم سے اردو زبان میں مستفید ہونے لگے۔ سوسائٹی کی علی گڑھ منتقلی کے بعد اس کی کارکردگی میں اضافہ ہوا، اور یہیں سے ۱۸۶۶ء میں ''انسٹی ٹیوٹ گزٹ'' کے نام سے ایک اخبار کا اجرا کیا گیا جس کی وجہ سے اصلاحی تحریک مزید فعال ہوگئی اور سرسیّد آخری وقت تک اس میں لکھتے رہے۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب سرکار کی جانب سے ہندی زبان کو سرکاری قرار دینے کی کوشش کی گئی تو سرسید اور مسلمانوں کے زبردست احتجاج کے باعث اس فیصلے کو تبدیل کرنا پڑا۔ اس موقعے پر مسلمانانِ برصغیر نے حفظ ماتقدم کے طور پر اردو کے تحفظ کے لیے ''اردو ڈیفنس سینٹرل کمیٹی'' قائم کی۔ جس کا نام بعد میں ''اردو ڈیفنس ایسوسی ایشن'' رکھا گیا، جو بعد میں ''مجلس تحفظ اردو'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کا پہلا اجلاس ۸/ اگست ۱۹۰۰ء کو لکھنؤ میں بہت شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔[۳] اور اس اجلاس میں سرکار سے اردو کے تحفظ کے لیے اپیل کی گئی تھی۔ اس واقع کے دو ڈھائی سال بعد علی گڑھ والوں نے سالانہ تعلیمی کانفرنس میں ''شعبۂ علمیہ'' قائم کیا اور اس کے مقاصد کی صراحت کے لیے ''انجمن ترقی اردو ہند'' نام رکھا۔ دہلی کے اجلاس منعقدہ جنوری ۱۹۰۳ء میں باقاعدہ ایک تنظیم قائم کی گئی جس کے پہلے صدر پروفیسر ٹامس آرنلڈ Tomes Arnald اور سیکریٹری مولانا شبلی نعمانی منتخب ہوئے۔[۴] یہاں

سے''انجمن'' کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔شبلی نعمانی کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی اوران کے بعد عزیز مرزا سیکریٹری مقرر ہوئے۔ عزیز مرزا کے بعد ۱۹۱۲ء میں قرعہ مولوی عبدالحق کے نام نکلا جو''انجمن'' کے دفتر کو اسی سال اورنگ آباد لے آئے اور''انھوں نے ''انجمن'' کے مردہ جسم میں روح پھونک دی، اسے اتنی ترقی دی کہ وہ ملک بھر میں اردو زبان وادب کے فروغ کا سب سے اہم اور فعال ادارہ بن گئی۔''۵ اِن کی نگرانی میں فلسفہ، تاریخ، سائنس، ادب اور دیگر فنون پر معیاری کتب شائع کی گئیں۔حالات کی خرابی کے باعث اسے ۱۹۳۶ء میں دہلی منتقل کیا گیا۔تقسیمِ ہند کے بعد بھی انجمن کا وجود دہلی میں بدستور رہا جب کہ ۱۹۴۸ء میں کراچی میں بھی''انجمن ترقی اُردو''، پاکستان کے نام سے یہ ادارہ قائم کیا گیا اور ۱۹۴۹ء میں باقاعدہ دستور العمل مرتب ہونے کے بعد اس کے پاکستانی دور کا آغاز ہوا۔

الغرض''انجمن ترقی اردو'' کے قیام میں''ساین ٹی فک سوسائٹی'' کا بنیادی کردار تھا۔اور اس سوسائٹی کے معرضِ وجود میں آنے کی وجہ سے مسلمانوں کے علمی، ادبی، سیاسی، معاشرتی حالات میں واضح تبدیلی آئی۔جس کی ایک بڑی مثال تحریکِ پاکستان ہے گویا انجمن ترقی اردو کے قیام کو مسلمانوں پر کیے گئے مظالم کا ردِعمل بھی کہا جاسکتا ہے۔

انجمن ترقی اردو کا پاکستانی دور بھی تقسیم ہند سے پہلے دور کی طرح تصنیفی، تالیفی اور تحقیقی کاموں کے حوالے سے شان دار ہے جس میں مختلف موضوعات پر بکثرت کتب شائع کی گئیں۔کئی رسائل کا اجرا بھی کیا گیا جنھوں نے اپنے اپنے دور میں مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کیے۔انجمن سے شائع ہونے والا سب سے قدیم رسالہ سہ ماہی''اردو'' ہے جس کا آغاز ۱۹۲۱ء میں اورنگ آباد سے ہوا۔ اس کی اشاعت کا مقصد'' انجمن ترقی اردو، ہند'' کے ایک اہم مقصد کی تعمیل کے علاوہ ادب اور متعلقاتِ ادب کا فروغ تھا۔۶

مولانا امداد صابری اور ڈاکٹر انور سدید کے مطابق سہ ماہی''اردو'' نے ابتدا میں انجمن ترقی اردو کے ترجمان کے فرائض بھی انجام دیے۔ یہ ۱۹۳۶ء تک اورنگ آباد سے پھر ۱۹۴۷ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ قیامِ پاکستان کے بعد جولائی ۱۹۴۹ء سے مولوی عبدالحق نے کراچی سے شائع کیا۔آپ کی وفات کے بعد بھی ۱۹۹۸ء تک تواتر سے شائع ہوتا رہا۔اس کا پاکستانی دور بھی اردو زبان وادب کے لیے گراں قدر حیثیت کا حامل ہے۔جس میں معیار کا خاص خیال رکھا گیا۔

سہ ماہی''اردو'' کے علاوہ انجمن سے درج ذیل رسائل بھی شائع ہوچکے ہیں:

- ☆ سہ ماہی''معاشیات'': ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۵ء، اس کی مجلس مشاورت کے صدر مولوی عبدالحق اور معتمد اعزازی محمد احمد سبزواری تھے۔
- ☆ سہ ماہی''جریدہ سائنس'': ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۵ء، اس کی مجلس ادارت کے صدر مولوی عبدالحق، معتمد میجر آفتاب حسن، مدیرِ اعلیٰ رفعت حسین صدیقی تھے۔
- ☆ ''جریدہ تاریخ وسیاسیات'': ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۴ء، اس کی مجلس ادارت میں ڈاکٹر محمود حسین، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ایم۔بی احمد، ڈاکٹر معین الحق، ڈاکٹر ریاض الحسن، پیر حسام الدین راشدی اور قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی جب کہ صدر، مولوی عبدالحق

اور معتمد، ہاشمی فرید آبادی تھے۔

☆ ماہ نامہ ''قومی زبان'': کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ بغیر کسی وقفے کے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ شہزاد منظر لکھتے ہیں کہ:

''دلی میں انجمن ترقی اردو کا ترجمان ''ہماری زبان'' مہینے میں دو دفعہ نکلتا تھا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے اسے پاکستان میں ہر ہفتے شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ یکم جون ۱۹۴۸ء سے ''قومی زبان'' ہفت روزہ کی صورت میں شائع ہونے لگا۔ جس میں علمی و ادبی سرگرمیوں اور انجمن کی خبروں کے علاوہ عام دل چسپی کی چیزیں اور علمی و ادبی مضامین بھی شائع کیے جانے لگے۔۷

''قومی زبان'' کے کراچی سے اجرا کے حوالے سے دو آرا پائی جاتی ہیں۔ محمد اشرف کمال مئی ۱۹۴۷ء۸، شہزاد منظر۹ اور ڈاکٹر انور سدید۱۰ یکم جون ۱۹۴۸ء کا واقعہ قرار دیتے ہیں۔ راقم کے مطابق کراچی سے مذکورہ مجلّے کا اجرا یکم جون ۱۹۴۸ء سے ہوا ہے۔

''قومی زبان'' اپنی اشاعت کے ۶۹ سال پورے کر چکا ہے۔ یہ ابتدا سے دسمبر ۱۹۴۸ء تک ہفت روزہ تھا پھر یکم جنوری ۱۹۴۹ء سے ۱۹۶۳ء تک پندرہ روزہ اور ۱۹۶۴ء سے ماہ نامہ ہو گیا۔ تادمِ تحریر اس کے ایک ہزار (۱۰۰۰) شمارے شائع ہو چکے ہیں۔

ان تمہیدات کے بعد اب ہم اقبال شناسی کے فروغ میں انجمن ترقی اردو کی خدمات کی جانب آتے ہیں۔

(ب)

انجمن ترقی اُردو ہند نے اقبال شناسی کا آغاز سہ ماہی ''اُردو'' کے شمارے جنوری ۱۹۳۶ء سے کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد انجمن ترقی اردو کراچی نے اس روایت کو آگے بڑھایا چوں کہ اقبال شناسی کا آغاز سہ ماہی ''اُردو'' سے ہوا اس لیے پہلے سہ ماہی ''اردو'' میں شائع ہونے والے ذخیرۂ اقبالیات کو پیش کیا جائے گا اور اس کے بعد ''قومی زبان'' کے سرمایۂ اقبالیات کو۔

i- سہ ماہی ''اردو''

سہ ماہی ''اردو''، بابت اکتوبر ۱۹۳۸ء میں اقبال پر ۱۵ مضامین شائع کیے گئے۔ بعدازاں یہ مضامین ۱۹۴۰ء میں انجمن ترقی اردو ہند نے کتابی صورت میں شائع کیے۔ اس کتاب کی قدر و قیمت کے پیشِ نظر ۱۹۷۷ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی نے پانچ اضافی مضامین کے ساتھ شائع کیا۔ مذکورہ کتاب کی فہرستِ مضامین ذیل میں دی جا رہی ہے:

شمار	مضمون	مضمون نگار
۱۔	نامۂ سر تیج بہادر سپرو	جناب ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو
۲۔	اقبال	جناب پنڈت چاند نرائن رینا صاحب چاند
۳۔	تاریخِ وفات	جناب سید ہاشمی صاحب فرید آبادی
۴۔	مثنوی صلائے خودی	جناب حامد حسن قادری صاحب

۵۔	تواریخ حسرتِ پیام	ایضاً
۶۔	رفعت درجت	ایضاً
۷۔	سر محمد اقبال (انگریزی)	Sir E. Dension Ross

بحرہ مضامین نثر

۸۔☆	اقبال کا تصور خودی	جناب ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی۔
۹۔	رومی، نطشے اور اقبال	جناب ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب، پروفیسر جامعہ عثمانیہ۔
۱۰۔	اقبال اور آرٹ	جناب ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب، ڈی لٹ (پیرس)
۱۱۔☆	اقبال کی شخصیت اور اس کا پیغام	ڈاکٹر قاضی عبدالحمید صاحب، ایم اے۔ پی ایچ ڈی (برلن)
۱۲۔	اقبال کا ذہنی ارتقا	ابوظفر عبدالواحد صاحب، ایم اے (علیگ) لیکچرر انگریزی، سابق لیکچرر اردو، سٹی کالج حیدرآباد (دکن)
۱۳۔☆	اقبال کا تصورِ زمان	جناب سید بشیرالدین احمد صاحب، بی۔ای۔ آرکونم
۱۴۔	علامہ اقبال کی آخری علالت	جناب سید نذیر نیازی صاحب
۱۵۔☆	اقبال اور اس کے نکتہ چیں	جناب سید آل احمد سرور صاحب، ایم اے لیکچرر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

اضافی مضامین:

۱۶/۱۔	اقبال کا پہلا علمی کارنامہ ''علم الاقتصاد''	جناب مشفق خواجہ صاحب[۱۱]
۱۷/۲۔	کلام اقبال کی زبان	جناب زمہریری صاحب
۱۸/۳۔	باقیاتِ اقبال	جناب قاضی افضل حق قریشی صاحب[۱۲]
۱۹/۴۔	اقبال کا نظریۂ فن	جناب عزیز احمد صاحب[۱۳]
۲۰/۵۔	نثر اقبال	جناب ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب

درج بالا مضامین میں سے کچھ ''قومی زبان'' میں شائع ہو چکے ہیں۔ جنھیں ''☆'' سے نمایاں کر دیا گیا ہے۔

سہ ماہی ''اردو'' کے مضامین کا اشاریہ انجمن ترقی اردو، پاکستان کی جانب سے دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

جلد اوّل: مرتب سید سرفراز علی رضوی، سال اشاعت ۱۹۷۶ء، یہ ۱۹۲۱ء تا ۱۹۶۲ء کے مضامین پر مشتمل ہے اور اس میں اقبال پر شائع ہونے والے ۲۲ مضامین کی نشان دہی کی گئی ہے۔ جب کہ جلد دوم: مرتب مصباح العثمان، سال اشاعت ۱۹۸۸ء، یہ ۱۹۶۲ء تا ۱۹۹۸ء کے مضامین پر مشتمل ہے اور اس میں اقبال سے متعلق ۳۳ مضامین کی نشان دہی ہے۔ ذیل میں سہ ماہی ''اردو'' میں شائع ہونے والے مضامین کی فہرست دی جا رہی ہے۔ یہ ۱۹۹۸ء تک کے ۵۵ مضامین پر مشتمل ہے:

شمار	مضمون	مضمون نگار	ماہ و سال

۱۔	شاعر(قطعہ)	ڈاکٹر سر محمد اقبال	جنوری ۱۹۳۶ء
۲۔	اقبال کا تصورِ زمان	سید بشیر الدین	اکتوبر ۱۹۳۸ء
۳۔	رومی، نطشے اور اقبال	ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم	ایضاً
۴۔	سر محمد اقبال	سرای ڈینسن، روز	ایضاً
۵۔	اقبال اور اس کے نکتہ چیں	آل احمد سرور	ایضاً
۶۔	اقبال کا تصورِ خودی	ڈاکٹر سید عابد حسین	ایضاً
۷۔	اقبال کی شخصیت اور اس کا پیغام	ڈاکٹر قاضی عبدالحمید	ایضاً
۸۔	اقبال کا ذہنی ارتقا	عبدالواحد، ابوظفر	ایضاً
۹۔	علامہ اقبال کی آخری علالت	سید نذیر نیازی	ایضاً
۱۰۔	اقبال اور آرٹ	ڈاکٹر یوسف حسین خاں	ایضاً
۱۱۔	موت اور حیات اقبال کے کلام میں	ڈاکٹر رضی الدین صدیقی	اکتوبر ۱۹۴۰ء
۱۲۔	اقبال کا نظریۂ خودی	سید ذوالفقار علی نسیم رضوی	ایضاً
۱۳۔	اقبال ترقی پسند ادیب کی حثیت سے	خواجہ غلام السیدین	جنوری ۱۹۴۲ء
۱۴۔	شاعر! اقبال کی نظر میں	شیخ عبداللطیف صدیقی	اکتوبر ۱۹۴۲ء
۱۵۔	اقبال کے خطوط	آل احمد سرور	جنوری ۱۹۴۶ء
۱۶۔	اقبال کے محبوب فارسی شاعر	ڈاکٹر سید عبداللہ	ایضاً
۱۷۔	اقبال اور ارتقائے تخلیقی	پروفیسر عزیز احمد	جولائی ۱۹۴۷ء
۱۸۔	اقبال کا نظریۂ فن	ایضاً	جولائی ۱۹۴۹ء
۱۹۔	ایضاً	ایضاً	اکتوبر ۱۹۴۹ء
۲۰۔	اقبال کی فطرت نگاری	ڈاکٹر سید عبداللہ	جولائی ۱۹۵۱ء
۲۱۔	اقبال کی بعض نظموں کا ابتدائی متن	جلیل قدوائی	اکتوبر ۱۹۵۲ء
۲۲۔	کلام اقبال کی زبان	ڈاکٹر ریاض الحسن	جولائی و اکتوبر ۱۹۵۸ء
۲۳۔	اقبال کی بعض نظموں کے ماخذ	ڈاکٹر اکبر حسین قریشی	جنوری تا مارچ ۱۹۶۶ء
۲۴۔	نثرِ اقبال	ڈاکٹر اسلم فرخی	جولائی تا ستمبر ۱۹۶۶ء
۲۵۔	اقبال کے چند غیر مطبوعہ خطوط	محمد اقبال	اپریل تا جون ۱۹۶۷ء

	۵ خط (بنام مہاراجہ کشن پرشاد شاد)		
۲۶۔	شبلی کی تاریخ رحلت اور اقبال	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار	ایضاً
۲۷۔	غالب اور اقبال	بشیر احمد ڈار	اپریل تا جون ۱۹۶۹ء
۲۸۔	اقبال کے ''جاوید نامے'' سے متعلق ایک بحث	ایضاً	جولائی تا ستمبر ۱۹۷۴ء
۲۹۔	علامہ اقبال کی تصانیف، خود ان کی نظر میں	اختر راہی	اکتوبر تا دسمبر ۱۹۷۷ء
۳۰۔	اقبال اور حلاج: افکار سے اثبات تک	ریاض صدیقی	ایضاً
۳۱۔	اقبال اور بھرتری ہری	سید صمد حسین رضوی	اکتوبر تا دسمبر ۱۹۷۷ء، اقبال نمبر
۳۲۔	اقبال اور پاکستان	پروفیسر محمد عبدالرشید فاضل	ایضاً
۳۳۔	اقبال کی تصانیف نظم و نثر میں سائنسی موضوعات	ڈاکٹر سید عبداللہ	ایضاً
۳۴۔	اقبال کا شعورِ مزاح اور طنزیہ اسلوب	کامل القادری	ایضاً
۳۵۔	اقبال اور ملٹن	محمد اسلم میاں	ایضاً
۳۶۔	تحریک اتحاد اسلامی اور اقبال	ڈاکٹر معین الدین عقیل	ایضاً
۳۷۔	اقبال کے فن کا پس منظر اور اس کا تصورِ فن	عابد صدیقی	اپریل تا جون ۱۹۸۰ء
۳۸۔	اکبر الہ آبادی اور اقبال	آفتاب احمد صدیقی علیگ ردولوی	جنوری تا مارچ ۱۹۸۱ء
۳۹۔	رومی اور اقبال کا تصورِ عشق	ڈاکٹر سید نعیم الدین	اپریل تا جون ۱۹۸۱ء
۴۰۔	خودی: الوہیت اور نبوت۔ رومی و اقبال میں	ایضاً	جولائی تا ستمبر ۱۹۸۲ء
۴۱۔	اقبال: اسلام اور ہندی مسلمانوں کی تنظیم	ڈاکٹر سعدیہ نسیم	اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۶ء
۴۲۔	مغرب۔ اقبال کی نظر میں	پروفیسر جگن ناتھ آزاد	جنوری تا مارچ ۱۹۸۸ء
۴۳۔	ایضاً	ایضاً	اپریل تا جون ۱۹۸۸ء
۴۴۔	ایضاً	ایضاً	جولائی تا ستمبر ۱۹۸۸ء
۴۵۔	ایضاً	ایضاً	اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۸ء
۴۶۔	ایضاً	ایضاً	جنوری تا مارچ ۱۹۸۹ء
۴۷۔	اقبال کی بعض نادر و نایاب تحریریں اور ان کے بنیادی ماخذ	ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری	جولائی تا ستمبر ۱۹۹۰ء
۴۸۔	اقبال کا نادر و نایاب کلام	ایضاً	اپریل تا جون ۱۹۹۱ء
۴۹۔	اقبال کے کلام میں تراکیب	سید حامد	جولائی تا ستمبر ۱۹۹۱ء

۵۰۔	اقبال کے نادرونایاب کلام کے حوالے سے ایک خط	نعیم صدیقی	ایضاً
۵۱۔	''بانگ درا'' پر چند حواشی (پہلی قسط) تعارف واشارات	منصورزعیم الرحمٰن پروفیسر نعیم الرحمٰن	اکتوبر تا دسمبر۱۹۹۳ء
۵۲۔	''بانگ درا'' پر چند حواشی	پروفیسر نعیم الرحمٰن	اپریل تا دسمبر۱۹۹۳ء
۵۳۔	ایضاً	ایضاً	جنوری تا جون۱۹۹۴ء
۵۴۔	سرمحمد اقبال اور سرسید علی امام	ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری	جنوری تا دسمبر۱۹۹۵ء
۵۵۔	ہمارا ایک تحسینی مطالعہ: اقبال کی نظم	ڈاکٹر صدیق جاوید	جولائی تا دسمبر۱۹۹۸ء

(ج)

اقبال پر شائع ہونے والی کتب:

انجمن کی جانب سے اقبال پر صرف تین کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ذیل میں ملاحظہ کیجیے:

۱۔ ''اقبال'': از احمد دین، مرتبہ مشفق خواجہ، ۱۹۷۸ء۔

۲۔ ''اقبال اور ان کا پیغام'': پروفیسر رالف رسل، ۱۹۹۶ء۔

۳۔ ''میر، غالب اور اقبال، تین صدیوں کی تین آوازیں'': ڈاکٹر آفتاب احمد، ۱۹۹۶ء۔

۱۔ اقبال

مولوی احمد دین (پیدائش ۱۸۸۶ء، وفات ۱۹۲۹ء) اقبال کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ انھوں نے علامہ کی شخصیت اور فکروفن پر اردو میں پہلی کتاب لکھی۔ جو ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی لیکن علامہ کو یہ کتاب پسند نہیں آئی چنانچہ احمد دین نے اس کے نسخوں کو نذرِ آتش کر دیا اور ۱۹۲۶ء میں از سرِ نو مرتب کر کے شائع کیا۔ اقبال پر لکھی جانے اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ یہ اقبال کی زندگی میں لکھی گئی۔ اس میں شامل تمام معلومات مستند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ شائع ہوتے ہی کم یاب ہوگئی۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر ۵۴ سال بعد اس کا تیسرا ایڈیشن مشفق خواجہ نے ترتیب دیا جو انجمن ترقی اردو پاکستان کی جانب سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔ اس کے دیباچے میں جمیل الدین عالی نے اس کتاب کی اہمیت کے ساتھ ساتھ مشفق خواجہ کی علمی و ادبی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

اب کی ترتیب:

۱۔ حرفے چند جمیل الدین عالی ۲۔ دیباچہ، مشفق خواجہ ۳۔ مقدمہ، مشفق خواجہ ۴۔ متن ''اقبال''، طبع دوم
۵۔ باب اوّل: کلامِ اقبال ۶۔ باب دوم: مضامینِ اقبال ۷۔ باب سوم: طرزِ بیان ۸۔ اختلافِ نسخ، تعلیقات و حواشی
۹۔ تصاویر اور عکس۔

مذکورہ کتاب کے مقدّمے میں مشفق خواجہ نے مولوی احمد دین کے پیدائش، حالات زندگی، تعلیم، شخصیت، اقبال سے

تعلقات، علمی وادبی خدمات، تصانیف اوران کے فن پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ زیرِ تبصرہ کتب کے دونوں نسخوں کا تقابلی مطالعہ کیا ہے۔جس کی تفصیلات اختلافِ نسخ، تعلیقات وحواشی میں تفصیلاً پیش کردی ہیں۔۱۹۲۶ء میں شائع ہونے والے طبع دوم کے سرورق کا عکس دینے کے بعد صفحہ ۱۱۰ سے کتاب کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔

یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے جس کے پہلے باب میں اقبال کی پیدائش، تعلیم، شاعری، ادبی سرگرمیوں کا احوال ہے اور جامع توضیح وتشریح کی گئی ہے۔اس کے علاوہ اقبال کے تینوں ادوار کا علیحدہ علیحدہ جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

احمد دین نے کلامِ اقبال میں موجود احساسات وجذبات کو انھیں کے کلام کی روشنی میں جس عالمانہ اسلوب کے ساتھ پیش کیا وہ قابل ذکر ہے اس کے علاوہ اقبال کی نظموں پر تبصروں کے ساتھ ساتھ فکری پہلوؤں کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے۔وہ اقبال کے خیالات کی اس انداز میں جذیات نگاری کرتے ہیں کہ قاری کو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے اقبال بذاتِ خود اپنے ذہنی وفکری ارتقا سے روشناس کرا رہے ہیں۔کتاب میں دل چسپی آخر وقت تک قائم رہتی ہے۔

دوسرے باب میں حالی اور اکبر کے افکار کا ذکر کرتے ہوئے ان کی شاعری کو مقصدیت کا حامل قرار دیا ہے۔احمد دین کے نزدیک یہ دونوں اکابر قومی شاعر ہیں اور اقبال اس مقصد کے لیے دونوں کے ساتھ محوِ سفر ہیں تاہم وہ اقبال کی شخصیت کو اہم قرار دیتے ہیں۔وہ ان تینوں اکابرین کو ایک ہی منزل کا مسافر سمجھتے تو ہیں لیکن اقبال کے افکار کو باقی دو سے علیحدہ تصور کرتے ہیں۔ان کے کلام میں مذہب، اخلاقیات، سیاسیات، تہذیب، تصوف، وطنیت، عجمیت کے حوالے سے ٹھوس نظریات موجود ہیں۔جب کہ حالی اور اکبر کے ہاں وہ بلندی نظر نہیں آتی۔اقبال نے انسان کی پیدائش، وجہِ پیدائش، مقاصدِ پیدائش کو کمالِ فن سے اپنے کلام میں بیان کیا ہے جو ان کے شاعرانہ تخیل کی عظمت کا پتا دیتے ہیں۔

باب سوم میں اقبال کے اندازِ گفتگو پر بحث موجود ہے۔اس ضمن میں احمد دین رقم طراز ہیں:

> ''....حالی اور اکبر جو اردو شاعری، قدیم شاعری کے بت شکن کہے جاسکتے ہیں۔بت اور ساتھ ہی اس کے بت کے ساز وسامان، اس کی حرکات وسکنات، اس کے اہالی موالی، اس کے متعلقات کے بھی مخالف ہیں....اقبال ان کی طرح ہوس پرستی کے بت سے تو متنفر ضرور ہے لیکن اس کی رواداری ماسوائے بت سے بیزار نہیں اس کی شاعری میں وہ بت، وہی پرانی ہوس پرستی کا بت مفقود ہے....اقبال قدما کی رنگین بیانی کا شیدائی ہے۔اور ان کی طرح گل وگلزار، رنگ وبو، ساقی ومینا، رقص وسرور، عشوہ وناز کا فدائی۔''[۱۴]

آگے چل کر احمد دین نے اقبال کے طرزِ بیان کی خصوصیات کو خیال بندی، شوکتِ بیان، سوز وگداز، تشبیہات واستعارات، موسیقیت اور امید جیسے عنوانات کے ذیل میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

الغرض اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ کتاب اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر اردو میں شائع ہونے والی صرف پہلی کتاب ہی نہیں بلکہ آخری کتاب (اسلوب اور لب ولہجے کے اعتبار سے) ہے۔یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے

کہ احمد دین کی یہ تصنیف، تفہیمِ کلامِ اقبال کی اوّلین کوششوں میں نہ صرف نقش اوّل ہے بلکہ بعد میں لکھی جانے والی کتب اسی سے مستفاد معلوم ہوتی ہیں، نیز مستقبل میں بھی اقبال کی کسی بھی جہت پر لکھنے کے لیے یہ مشعل راہ ثابت ہوگی۔ گویا اس کی ہر دور میں ضرورت تھی اور رہے گی۔

۲۔ اقبال اور ان کا پیغام

یہ مختصر کتابچہ ہے ''بابائے اردو'' اُس یادگاری خطبے کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جو ۱۹۹۴ء میں منعقد ہوا تھا اور ۱۹۹۶ء میں شائع کیا گیا۔ اس کتابچے میں رالف رسل نے درج ذیل عنوانات کے تحت کلامِ اقبال کا جائزہ لیا ہے:

۱۔ اقبال کی اہمیت ۲۔ اقبال کا پیغام ۳۔ قوتِ انسان ۴۔ وطنیت بمقابلہ بین الاقوامیت ۵۔ اقبال کا پیغام مفلسوں اور بیواؤں کے نام۔

رالف رسل کے نزدیک اقبال تصورِ پاکستان کے خالق ہیں یہی وجہ ہے کہ پاکستانی اقبال سے بے تحاشا محبت کرتے ہیں۔ جب کہ ہندوستانی قوم پرست، سوشلسٹ اور کمیونسٹ بھی اقبال کے پیغام کے معترف ہیں۔

رالف رسل کے مطابق اقبال نے فارسی زبان میں کم اشعار کہے ہیں تاہم ان کی اس بات سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا حقیقت یہ ہے کہ اقبال کا زیادہ کلام فارسی میں ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ قرآن پاک کی دو آیات اقبال کے نزدیک کلیدی حیثیت کی حامل ہیں۔ ایک ۲۳ ویں سورہ کی آیت ۱۴ جس میں اللہ کو ''احسن الخالقین'' کہا گیا ہے جب کہ دوسری سورہ، نمبر۲ کی آیت ۳۰ ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں، اقبال کا پورا کلام انھیں دو آیتوں کی توضیح و تشریح پر مشتمل ہے۔ اُنھوں نے کلامِ اقبال میں پائی جانے والی کچھ خامیوں کی بھی مدلل انداز میں نشان دہی کی ہے۔ اس ضمن میں ان کا کہنا ہے کہ:

> ''اقبال کا پیغام بے شک روح پرور ہے۔ لیکن یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ وہ خود کبھی کبھی اس کی روح کو جھٹلانے کا ارتکاب کرتے نظر آتے ہیں۔'' [۱۵]

اس ضمن میں اقبال کے ہم عصر، نذیر احمد کے ایک مقالے کا ذکر کرتے ہوئے رالف رسل کا کہنا ہے کہ اقبال کے ہاں ''خلیفۃ اللہ'' کا مفہوم اتنا واضح نہیں جتنا نذیر احمد اور ان سے پہلے اردو، فارسی شعرا کے ہاں موجود تھا۔ اسی طرح ڈبلیو نیٹ ویل اسمتھ کی رائے نقل کرتے ہیں جس کے مطابق اقبال ''جاوید نامہ'' میں نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے مدح سرا ہیں حالاں کہ یہ دونوں بڑے ظالم اور جابر انسان تھے۔ جنھوں نے ہندوستان پر کئی بار حملے کر کے مسلمانوں کو بھی قتل و غارت و لوٹ مار کا نشانہ بنایا تھا۔ لیکن صرف مسلمان ہونے پر اقبال انھیں ہیرو قرار دیتے ہیں۔ اقبال کے تصورِ تاریخ پر تنقید کرتے ہوئے ان کا کہنا ہے کہ اقبال کے نظریات ۱۸ ویں صدی میں رہنے والے کے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ فارسی میں لکھنے سے انھیں عالم اسلام کے وسیع علاقوں تک رسائی حاصل ہو جائے گی۔ اقبال میر جعفر کی مذمت بھی کرتے ہیں لیکن سرسید کے خلاف کچھ نہیں کہتے جب کہ:

> ''سرسید نے اپنی ساری زندگی مسلمان اور انگریز کی حکومت کے درمیان سمجھوتہ کرانے اور اس کا سرگرم حامی بنانے کی کوشش کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ [۱۶]

کتاب کے صفحہ ۲۰ کے مطابق اقبال پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اقبال کے ہاں مسلمان حکومت میں غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں ٹھوس بیان نہیں ملتا۔ اُن کے نزدیک اقبال کا یہ یقین ہے کہ جہاں مسلمان حاکم ہوں گے تو وہاں انصاف ہوگا اور اقبال یہ بھول جاتے ہیں کہ مسلم حکمرانی میں غیر مسلم بھی تو سوال اٹھا سکتے ہیں۔

اسی طرح وہ اقبال کو اکثر وبیش تر قوم پرستی میں بھی شریک قرار دیتے ہیں۔

۲۴ صفحات پر مشتمل اس مختصر کتابچے میں اقبال کی مختلف جہات پر اجمالی تبصرہ کرنے کے بعد ''حرف آخر'' میں اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے پروفیسر رالف رسل کا کہنا ہے کہ یقیناً اقبال کا پیغام عظیم اور ولولہ انگیز ہے مسلم قوم پرستی نے ان کی فکر کو داغ دار ضرور کیا ہے مگر یہ پہلو، ان کے ہاں مکمل طور پر غالب نہیں۔

پروفیسر رالف رسل کا یہ لیکچر اقبالیاتی ادب میں دو وجوہات کی باعث اہم ہے ایک یہ کہ وہ اہل زبان نہیں تھے اور دوسرے انھوں نے کلامِ اقبال کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ مذکورہ لیکچر میں جہاں جہاں انھوں نے اقبال کے قدرت بیان اور ان کے فکر وفلسفے کی توضیح وتشریح کی ہے وہاں اقبال پر لکھے گئے اعتراضات کو ضمنی حیثیت میں پیش کیا ہے ان کے نزدیک اقبال ایک عالمگیر شخصیت ہیں جن کے فکر وفلسفے نے ہر دور کو متاثر کیا ہے۔

۳۔ میر، غالب اور اقبال، تین صدیوں کی تین آوازیں

یہ ۷۰ صفحات پر مشتمل کتاب، جو بابائے اردو یادگاری خطبہ کا تسلسل ہے۔ اس میں میر، غالب اور اقبال کی شاعری کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر آفتاب احمد اس کے جواز واہمیت کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ:

> ''...... میں نے اپنے اس مطالعے کو میر، غالب اور اقبال کے اردو کلام تک ہی محدود رکھا ہے۔ ان کے فارسی کلام سے رجوع نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میرا مقصد ان تینوں شعرا کی تمام شاعری کا مجموعی جائزہ پیش کرنا نہیں تھا بلکہ محض ایک خاص نقطۂ نظر سے اس میں چند ایک رائج الوقت ذہنی تصورات کے اثر ونفوذ کو دکھانا تھا۔ اس کے ثبوت کے لیے ان کے اردو اشعار میں بھی وافر مواد موجود ہے۔ اگر فارسی اشعار کو بھی شامل کرتا تو وہ غیر ضروری طوالت کا موجب ہوتا۔'' ۱۷

ڈاکٹر آفتاب احمد نے تینوں شعرا کے ادوار کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اُن کے کلام سے مثالیں بھی دی ہیں۔ اُن کے نزدیک میر کی شاعری اور اس کے اردگرد کے حالات وکوائف میں ربط وتعلق ہے یہ برصغیر میں طوائف الملوکی، افراتفری، اضطراب وکرب کا زمانہ تھا۔ یہی کرب واضطراب ان کے کلام کا خاصہ ہے۔ غالب کی شاعری میں ۱۹ ویں صدی کے دگر گوں حالات کا ذکر ہے۔ جس میں مغلوں کا زوال اور دہلی کی بربادی بھی شامل ہے۔ غالب نے ان جملہ حالات کو اپنی شاعری میں نمایاں جگہ دی۔

اقبال کی صدی میں دنیا میں اچھا بھی ہوا اور برا بھی۔ انھوں نے جن حالات وواقعات کی نشان دہی کی وہ بعد میں پورے بھی ہوئے۔ جیسے کہ دوسری جنگِ عظیم، جو اقبال کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد وقوع پذیر ہوئی۔ ان تینوں شعرا نے جو باتیں اپنی شاعری

میں کہیں ان کی صداقت سے انکار ممکن نہیں اس لیے اسے ان کا وجدان کہا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر آفتاب کا کہنا ہے کہ:

''......میر، غالب اور اقبال تینوں شاعر نے اپنے اپنے عہد میں کہیں صاف لفظوں میں اور کہیں اشاروں کنایوں کی زبان میں ایسے اشعار کہے ہیں کہ ان میں گویا عہد کی دنیا سمٹ آئی ہے۔ یہ اشعار زیادہ تر خارجی حالات و کوائف سے متعلق ہیں یا یوں کہیے کہ اس سیاسی اور سماجی فضا سے جس میں یہ شعرا زندگی گزار رہے تھے۔ ان اشعار میں انھوں نے اپنی ان بصیرتوں کا اظہار کیا ہے جو انھیں اپنے وجدان سے حاصل ہوئیں۔''۱۸

تینوں شعرا کے کلام کے تجزیے کے بعد وہ واضح کرتے ہیں کہ یہ تینوں اپنے میں مگن نہ تھے اور ان کے کلام نے آنے والے وقت کے لیے نصیحت آموز کردار ادا کیا۔ وہ اس عام خیال کو بھی رد کرتے ہیں کہ میر و غالب کو اپنی ذات سے باہر کے معاملات سے سروکار نہیں تھا۔ اپنے اس موقف کو مضبوط بنانے کے لیے ان شعرا کے کلام سے اشعار بھی پیش کیے ہیں۔ اس کے بعد ''تصوف'' کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ وہ کلاسیکی شاعری میں ''تصوف'' کو مستقل موضوع قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اقبال کا ''جاوید نامہ'' دانتے کی ''ڈیوائن کامیڈی'' سے ماخوذ ہے جو زمانۂ وسطیٰ کی عیسوی روایت سے منسلک ہے۔ اسی طرح مولانا روم کی مثنوی کو بھی یہ درجہ حاصل ہے۔ ''وحدت الوجود'' کے حوالے سے ان کا کہنا ہے کہ:

''ہمارے ہاں کے کلاسیکی شعرا میں دینی روایت میں فکر و خیال کی یہ لہر ہماری ثقافتی روایت خصوصاً ہمارے ہاں کے کلاسیکی شعرا کے ذہنی ورثے کا اہم حصہ رہی ہے۔''۱۹

مذکورہ شعرا بھی تصوف کے اثرات سے خود کو نہ بچا سکے۔ اقبال اور ان کے متصوفانہ خیالات پر بحث سے پہلے برصغیر میں تصوف کی تاریخ پر سیر حاصل گفتگو کے بعد ان کا کہنا ہے کہ اقبال شروع میں وحدت الوجود کے قائل تھے جس کے اثرات ''بانگ درا'' کی نظموں میں ملتے ہیں۔ بعد میں نظریات میں تبدیلی کی وجہ سے انھوں نے وجودی صوفیا کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس ضمن میں ابنِ عربی اور حافظ شیرازی، اقبال کا خاص ہدف بنے۔ جب کہ انھوں نے اپنے روحانی استاد مولانا روم کی مخالفت نہیں کی حالاں کہ وہ وحدت الوجود کے ممتاز ترجمان تھے۔ وہ اقبال کو ۲۰ ویں صدی میں مجدد الف ثانی کا جانشین قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد تصوف کے لوازمات کا ذکر کیا گیا ہے جس میں ''جنون''، ''عشق'' وغیرہ شامل ہیں اس حوالے سے تینوں شعرا کے کلام سے اشعار پیش کیے گئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ:

''اقبال کے کلام میں ''جنون'' کے بارے میں اشعار کا کوئی شمار نہیں اس لیے کہ ''جنون'' ان کے ہاں ایک عقیدہ بھی ہے ایک ایسا ذہنی رویہ بھی جس کی انھوں نے عمر بھر پرورش کی ہے۔''۲۰

اس کے بعد تینوں کے ہاں موجود ''عشق'' کے مفاہیم کو بیان کیا گیا ہے۔ اقبال کے عشق کو برگساں کے ''جوششِ حیات'' سے مشابہ قرار دیتے ہیں وہ ''بال جبریل'' اور ''ضرب کلیم'' کو ''عشق و خودی'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ کتاب مطالعاتِ اقبال میں اہمیت کی حامل ہے۔ یہ تینوں شعرا یقیناً تین صدیوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کی فکر کہیں ایک جیسی اور کہیں متصادم بھی نظر آتی ہے تاہم وہ اقبال کو فکری تناظر میں مقدم قرار دیتے ہیں اور اس فکری بحث کے بعد وہ غالب کے

طرف دار نظر آتے ہیں انھیں غالب کی تعمیر کی ہوئی دنیا زیادہ پسند ہے۔ الغرض یہ لیکچر اردو ادب کی تین ایسی توانا آواز سے متعلق ہے جنھیں اردو ادب کا اہم ستون قرار دیا جاتا ہے۔

(د)

ماہ نامہ ''قومی زبان''

مذکورہ مجلّے میں اقبال پر لکھا گیا پہلا مضمون پروفیسر دلشاد کلانچوی کا ہے جس کا عنوان ''اقبال اور زبانِ اردو'' ہے۔ یہ یکم جون ۱۹۵۰ء کو شائع ہوا۔ اس کے بعد سے اقبال پر شائع ہونے والے مضامین کا سلسلہ جاری ہے۔ ۱۹۷۷ء کو اقبال کا سال قرار دیے جانے کے حکومتی احکامات کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ اقبال کی پیدائش اور وفات کی مناسبت سے اپریل و نومبر کو خاص شمارے کا اجرا بھی کیا جائے۔ اس کے بعد اقبال پر شائع ہونے والے مضامین میں اضافہ ہوا اور جون ۲۰۰۸ء تک یہ تعداد ۴۲۳ تک پہنچی۔ ان مضامین کے لکھنے والوں معروف اور غیر معروف دونوں اہل قلم شامل ہیں۔ ''قومی زبان'' کے ہر مدیر نے اقبالیات کو خصوصی اہمیت دی۔ دشواریوں کے باوجود علم و ادب کا یہ سفر تا حال جاری ہے اور دسمبر ۲۰۱۷ء مجلّہ ''قومی زبان'' کے ایک ہزار (۱۰۰۰) شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ درج بالا ۴۲۳ مضامین کو درج ذیل ۱۴ موضوعات میں تقسیم کیا گیا ہے:

اقبال کی نثری خدمات، شعری خدمات، اقبال کا سیاسی کردار، عقائد، اقبال اور معاصرین، اقبال اور اکابرین ادب، اقبال کے تعلیمی نظریات۔ اقبالیاتی جائزہ نگاری، اقبال کی نثر کی بازیافت، تراجم اقبال، فکرِ اقبال کے اثرات، اقبال پر کیے گئے اعتراضات، اقبال اور فنون لطیفہ اور اقبال اور ظرافت۔ اس کے علاوہ متعدد مضامین ایسے بھی ہیں جو اقبال پر کیے جانے والے مختلف کاموں کا احاطہ کرتے ہیں اُن کی مزید درجہ بندی اس طرح کی جا سکتی ہے:

☆ ''اقبال کے فن و فکر'' پر لکھے گئے درج ذیل ۱۳۳ مضامین شامل ہیں:

۱۔	اقبال	مولوی عبدالحق	یکم مئی ۱۹۵۰ء	۶ اور ۷
	اقبال کی عظمت	ایضاً	نومبر ۱۹۷۷ء	۹ اور ۱۰
	اقبال	ایضاً	نومبر ۱۹۸۳ء	۶ تا ۸
۲۔	اقبال اور زبان اردو	پروفیسر دلشاد کلانچوی	یکم جون ۱۹۵۰ء	۸ اور ۹
	ایضاً	ایضاً	نومبر ۱۹۸۳ء	۱۰ تا ۱۳
۳۔	اقبال ایک ماہر نفسیات کی نظر میں	محمد اجمل، ڈاکٹر	۱۶/ فروری ۱۹۵۸ء	۴ اور ۵
۴۔	اردو ادب میں اقبال کی شاعری کا حصہ	غلام مصطفی تبسم، صوفی	یکم جولائی ۱۹۵۸ء	۹ تا ۱۲

۵۔ اقبال کا تصوّرِ معاشرت	صلاح الدین احمد، مولانا	۱۶/نومبر ۱۹۵۸ء	۴تا۷
۶۔ ایران میں اقبال کی مقبولیت	جعفر طاہر	۱۶/اپریل ۱۹۶۰ء	۱۴اور۱۵
۷۔ دانائے راز	ایضاً	ایضا	۱۰تا۱۳اور۱۷
۸۔ اقبال کا ''حرفِ شیریں''	مبازرالدین، سید، رفعت	اپریل ۱۹۶۸ء	۱۵تا۱۹
ایضاً	تہور حسین، خواجہ	مئی ۱۹۷۳ء	۲۳تا۲۵
ایضاً	سجاد نقوی	جون ۱۹۷۳ء	۳۱اور۳۲
ایضاً	محمد ریاض، ڈاکٹر	فروری ۱۹۷۴ء	۴۳اور۴۴
ایضاً	یونس حسنی	اپریل ۱۹۷۴ء	۴۱اور۴۲
۹۔ اقبال کا پیغام	آفتاب احمد، صدیقی، ڈاکٹر	جون ۱۹۶۸ء	۹تا۱۲
۱۰۔ اقبال کی شاعری میں عورت کا تصوّر	ام عمارہ	ایضاً	۱۳تا۱۶
۱۱۔ اقبال: تاریخی عظمت	نوشاد نوری	ایضاً	۱۷تا۲۰
۱۲۔ اردو کے پانچ شعر	حقی، شان الحق	فروری ۱۹۷۲ء	۳تا۶
۱۳۔ کلامِ اقبال میں تکریم انسانی کا عنصر	محمد ریاض، ڈاکٹر	اپریل ۱۹۷۳ء	۱۹تا۳۰
۱۴۔ اقبال اور بحروں کا انتخاب	شامی، جلیل الرحمٰن	جون ۱۹۷۳ء	۲۳تا۳۲
۱۵۔ اقبال کی تلقین سخت کوشی	محمد ریاض، ڈاکٹر	اکتوبر ۱۹۷۳ء	۳تا۸
۱۶۔ اقبال اور سر اکبر حیدری	رشدی، محمد حبیب اللہ، پروفیسر	اپریل ۱۹۷۴ء	۱۵تا۱۸
اقبال اور حیدرآباد دکن	ایضاً	نومبر ۱۹۸۳ء	۲۴تا۲۷
۱۷۔ اقبال کی شاعری میں انسان کا تصور اور اس کا مقام	نظیر صدیقی	اپریل ۱۹۷۴ء	۲۵تا۲۸
۱۸۔ اقبال: شخصیت و پیغام	غلام احمد، بدوی، پروفیسر	جولائی ۱۹۷۴ء	۲۹تا۳۱
۱۹۔ اقبال اور قرآن	عبدالرشید، فاضل، سیّد	اپریل ۱۹۷۶ء	۸تا۱۹
۲۰۔ اقبال اور آزاد شاعری	شامی، جلیل الرحمٰن	اپریل ۱۹۷۶ء	۲۲تا۲۵
۲۱۔ علامہ اقبال اپنے افکار کے آئینے میں	توقیر صدیقی	ایضاً	۲۶اور۲۷
۲۲۔ اقبال جمالیات کے آئینہ میں	نیرنگ نیازی	ایضاً	۳۵اور۳۶
۲۳۔ اقبال کا پیغام اور عصرِ حاضر	رضوی، عابدہ ریاست	ایضاً	۴۲تا۴۶
۲۴۔ اقبال کی چند نکتہ آفرینیاں	محمد، ریاض، ڈاکٹر	اپریل ۱۹۷۷	۵تا۱۷

۲۵۔ کلامِ اقبال کی ایک اصطلاح	سعدیہ نسیم	جون ۱۹۷۷ء	۳۱ تا ۴۷
۲۶۔ اقبال کی اردو شاعری کے چند پہلو	محمد ریاض، ڈاکٹر	جولائی ۱۹۷۷ء	۵ تا ۱۳
۲۷۔ اقبال اور نئے دور کے تقاضے	احمر رفاعی، ڈاکٹر	اکتوبر ۱۹۷۷ء	۱۸ تا ۲۲
۲۸۔ اقبال: احیائے ملی کا نقیب	نقوی، آفتاب احمد	ایضاً	۲۳ تا ۲۹
۲۹۔ اقبال کی شاعری اور پیغام	نفیس مظہر	ایضاً	۳۰ تا ۳۵
۳۰۔ مثنوی اسرار و رموز	اطہر صدیقی	نومبر ۱۹۷۷ء	۳ تا ۳۱
۳۱۔ شکوہ جواب شکوہ کا پس منظر	سرور اکبر آبادی	ایضاً	۳۲ تا ۳۶
۳۲۔ جاوید نامہ	فرخی، آصف اسلم	ایضاً	۳۷ تا ۴۷
۳۳۔ اقبال کی غزل	آصف دہلوی	ایضاً	۴۸ تا ۵۱
۳۴۔ اقبال کا نظریۂ ادب	عبدالرشید، فاضل، سیّد	ایضاً	۵۵ تا ۷۰
۳۵۔ اقبال اور ذوق جمال	نفیس مظہر	ایضاً	۱۲۹ تا ۱۳۶
۳۶۔ اقبال کا پیغام	حسرت کاس گنجوی، ڈاکٹر	ایضاً	۱۳۹ تا ۱۴۲
۳۷۔ اقبال کا ملّت اسلامیہ کے لیے حیاتِ نو کا پیغام	عبدالحمید ارشد	ایضاً	۱۵۱ تا ۱۵۳
۳۸۔ اقبال کے اردو کلام میں فارسیت	ڈاکٹر محمد ریاض	ایضاً	۱۸۳ تا ۱۹۴
۳۹۔ اقبال کے شعور تخلیق کا ابلاغ و اظہار	دولت بانو حیدر علی	ایضاً	۱۹۵ تا ۲۰۴
۴۰۔ علامہ کی معنی آفرینی	شجر نقوی	ایضاً	۲۰۵ تا ۲۰۷
۴۱۔ کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد	انور خالد	ایضاً	۲۰۸ تا ۲۱۰
۴۲۔ اقبال اور ایران	ڈاکٹر جلال متینی رمترجم، گوہر نوشاہی	اپریل ۱۹۷۸ء	۱۰ تا ۱۷
۴۳۔ بال جبریل۔ ایک سندھی ادیب کی نظر میں	رحمت فرخ آبادی	ایضاً	۳۵ تا ۴۱
۴۴۔ ساقی نامہ کا فکری اور فنی تجزیہ	محمد ایوب شاہد	ایضاً	۲۳ تا ۲۸
۴۵۔ اقبال کی غزل	وقار احمد رضوی	نومبر ۱۹۷۸ء	۵۱ تا ۵۳
۴۶۔ اقبال کی ایک نظم اور اس کی بحر	جلیل الرحمان شامی	اپریل ۱۹۷۹ء	۱۷ تا ۲۲
۴۷۔ اقبال اور یارانِ اقبال	ڈاکٹر آفتاب احمد ردولوی	نومبر ۱۹۷۹ء	۱۵ تا ۲۱
۴۸۔ ایضاً	ایضاً	دسمبر ۱۹۷۹ء	۴۸ تا ۵۰
۴۹۔ اقبال کا نظریۂ فن	محمد صادق امتیاز، ایم اے	اپریل ۱۹۸۰ء	۹ تا ۱۴

۵۰۔ اقبال: آہنگ اور انفرادیت	ڈاکٹر احمد سجاد	نومبر ۱۹۸۰ء	۵تا۱۰
۵۱۔ اقبال اور پیغام انسانیت	نظیر حسنین زیدی	ایضاً	۱۷تا۲۲
۵۲۔ اقبال کا ایک شعر اور پہلی جنگ عظیم	ڈاکٹر ریاض الحسن	ایضاً	۳۲اور۳۳
۵۳۔ اقبال مشاہیر عالم کی نظر میں	دردانہ جلیل	ایضاً	۲۸تا۳۱
۵۴۔ اقبال کا ایک شعر اور......	ڈاکٹر محمد ریاض	اپریل ۱۹۸۱ء	۲۳اور۲۴
۵۵۔ اقبال اور ان کی فارسی شاعری	استاد سید محمد علی داعی السلام مترجم ڈاکٹر محمد ریاض	نومبر ۱۹۸۲ء	۸تا۳۳
۵۶۔ علامہ اقبال اور عورت	راحیلہ طیب	ایضاً	۴۴تا۴۶
۵۷۔ اقبال جمالیات کے آئینے میں	نیرنگ نیازی	نومبر ۱۹۸۳ء	۲۸تا۳۴
۵۸۔ اقبال اور عظمت انسانی (گوشۂ طلبۂ اردو ادب)	پروفیسر رفیع عالم	اپریل ۱۹۸۵ء	۶۷تا۶۹
۵۹۔ فکرِ اقبال کا ایک پہلو، انسانی زندگی میں جہد و عمل کی اہمیت	جلسیری، صابر حسین، ڈاکٹر	نومبر ۱۹۸۸ء	۱۹تا۲۴
۶۰۔ اقبال اور تماشائے نیرنگ صورت	حنیف فوق، ڈاکٹر	اپریل ۱۹۸۹ء	۵تا۹
۶۱۔ فکرِ اقبال کا آفاقی پہلو	عبداللہ شاہ ہاشمی	ایضاً	۲۳تا۲۶
۶۲۔ اقبال: فکر اسلامی کی تشکیل جدید	احمد ہمدانی	نومبر ۱۹۸۹ء	۱۱تا۱۸
۶۳۔ اقبال کا حرفِ تمنا ''از نقد و نظر'' علی گڑھ	شمیم حنفی	اپریل ۱۹۹۰ء	۹تا۱۴
۶۴۔ اقبال کی تاریخ گوئی	عبدالغفار شکیل، پروفیسر	ایضاً	۱۵تا۱۹
۶۵۔ ''بال جبریل'' کی غزلیں	منظر عباس نقوی، پروفیسر	ایضاً	۲۱تا۲۸
۶۶۔ اقبال کی شاعری میں ''لالہ'' کی علامت	اسلوب احمد انصاری، پروفیسر	نومبر ۱۹۹۰ء	۱۵تا۲۳
۶۷۔ علامہ اقبال اور جدید کلچر	احمد ہمدانی	اپریل ۱۹۹۱ء	۱۳تا۱۸
۶۸۔ مطالعۂ بیاض اقبال	شفیق عجمی	نومبر ۱۹۹۱ء	۱۹تا۲۵
۶۹۔ ''انسان'' میں اقبال کی تین نظمیں	محمد انصار اللہ	اپریل ۱۹۹۲ء	۱۱تا۱۶
۷۰۔ اقبال اور فرنگ	نثار احمد مرزا	نومبر ۱۹۹۲ء	۱۳تا۲۳
۷۱۔ غالب اور اقبال	ایضاً	فروری ۱۹۹۳ء	۴۳تا۵۳
۷۲۔ ایک زمین۔تین غزلیں	افتخار احمد عدنی	نومبر ۱۹۹۳ء	۱۸تا۲۷

۷۳۔ اقبال کی نگاہ میں عورت	امّ سلمیٰ، ڈاکٹر	نومبر۱۹۹۴ء	۵تا۱۵
۷۴۔ اقبال کی شاعرانہ عظمت	نیلم سید	ایضاً	۳۱تا۳۴
۷۵۔ اردو غزل اور بالِ جبریل	رفاقت علی شاہد	ایضاً	۲۵تا۲۹
۷۶۔ اقبال: ایک آفاقی شاعر	شعیب النصر	اپریل۱۹۹۵ء	۳۹تا۴۲
۷۷۔ رباعیات اقبال کے خاص نکات	ماہ طلعت زاہدی	ایضاً	۳۵تا۳۷
۷۸۔ اقبال کی شاعری کی صوتی فضا	شاہدہ یوسف	نومبر۱۹۹۵ء	۲۷تا۳۸
۷۹۔ اقبال کی غزل	فضل حق فاروقی	اپریل۱۹۹۶ء	۲۲تا۲۸
ایضاً	ایضاً	نومبر۱۹۹۶ء	۲۹تا۳۵
۸۰۔ فکر اقبال	معصومہ میر	اپریل۱۹۹۷ء	۱۹تا۲۴
۸۱۔ اقبال کا تغزل: یک مطالعہ	نورینہ تحریم بابر	نومبر۱۹۹۷ء	۵۱تا۵۷
۸۲۔ اقبال اور نظریۂ فن	کلثوم طارق برنی	ایضاً	۶۵تا۶۹
۸۳۔ اقبال کے شعری اور فکری وجدان پر تاریخ کا عمل وتعامل	شاہدہ یوسف	ایضاً	۹تا۲۳
۸۴۔ علامہ اقبال کی فکری اساس	ایوب صابر، پروفیسر	ایضاً	۳۸تا۴۳
۸۵۔ اقبال: ان کی شاعری او عہد جدید	سیدہ عظمیٰ گیلانی	نومبر۱۹۹۸ء	۶۲تا۷۰
۸۶۔ اقبال بہ حیثیت متکلّم جدید	زاہدہ پروین	ایضاً	۵۲تا۶۱
۸۷۔ اقبال کا ذوقِ محاربت	شاہدہ یوسف	ایضاً	۳۸تا۵۱
۸۸۔ اقبال کی شاعری میں علامات واصطلاحات	ثمینہ محبوب، ڈاکٹر	جنوری۱۹۹۹ء	۵۹تا۶۸
۸۹۔ اقبال کا تصوّرِ عظمتِ انسانی	شاہد اقبال کامران	اپریل۱۹۹۹ء	۳۴تا۴۵
۹۰۔ اقبال شاعرِ معجز بیاں	یونس حسنی، ڈاکٹر	ایضاً	۲۸تا۳۳
۹۱۔ فکر اقبال میں خدا، خودی اور کائنات کا تعلق	زاہدہ پروین	ایضاً	۵۵تا۶۲
۹۲۔ اقبال غزل خواں ہو	محمد رضا کاظمی، ڈاکٹر	نومبر۱۹۹۹ء	۵۰تا۵۴
۹۳۔ انسانم آرزوست: عصر حاضر میں اقبال کے تصور انسان کی ضرورت	شاہدہ یوسف	ایضاً	۱۵تا۲۵
۹۴۔ لطفِ تغزّل در شعرِ اقبال یا اقبال کی فارسی غزل میں تغزّل کے رنگ	نوید احمد گل	ایضاً	۲۶تا۳۸

۹۵۔ اقبال اور نسائی حقوق کا تصوّر	رعنا اقبال	نومبر ۲۰۰۰ء	۸۲تا۸۵
۹۶۔ علامہ اقبال: نئی طرز فکر کا پہلا شاعر	حمایت علی شاعر	ایضاً	۵۱تا۵۴
۹۷۔ اقبال کی شعری حسّیت	محمد اشرف کمال	جنوری ۲۰۰۱ء	۴۳تا۴۸
۹۸۔ اکیسویں صدی اور پیغام اقبال	مس عصمت ناز، ڈاکٹر	اپریل ۲۰۰۱ء	۵۱تا۶۰
۹۹۔ اقبال: شاعرِ فطرت	محسنہ نقوی	نومبر ۲۰۰۱ء	۵۸تا۶۴
۱۰۰۔ اقبال کی شاعرانہ شخصیت: بازیافت کی ایک کوشش	اوصاف احمد	ایضاً	۳۱تا۴۳
۱۰۱۔ اقبال کے تفکر کی معاشی و عمرانی جہتیں: ان کی کچھ نگارشات کے آئینے میں	شاہدہ یوسف، پروفیسر	ایضاً	۲۱تا۳۰
۱۰۲۔ علامہ اقبال اور ن۔م۔راشد کی مشترک دنیا	محمد علی صدیقی، ڈاکٹر	اکتوبر ۲۰۰۲ء	۵تا۱۲
۱۰۳۔ اقبال اور قومی تشکیل کی تعمیر و تکمیل	محمد اشرف کمال	نومبر ۲۰۰۲ء	۴۰تا۴۸
۱۰۴۔ اقبال اور نسل نو	صادق حسین طارق، پروفیسر	ایضاً	۷۵تا۸۰
۱۰۵۔ اقبال کا شعری کردار: بال جبریل کی روشنی میں	عبدالستار ساحر	ایضاً	۶۰ تا۶۷
۱۰۶۔ اقبال کی شاعری میں فطرت کا پہلا وژن	شاہدہ یوسف	ایضاً	۲۳تا۳۹
۱۰۷۔ اقبال کی بے مثال نظم مسجد قرطبہ ایک مطالعہ	نورینہ تحریم بابر	ایضاً	۴۹تا۵۹
۱۰۸۔ اقبال کے رنگِ سیمین کے سنگ	نوید احمد گل	اپریل ۲۰۰۳ء	۴۲تا۵۹
۱۰۹۔ اقبال کا نورِ بصیرت	پروفیسر مجیب ظفر انوار حمیدی	نومبر ۲۰۰۳ء	۶۸ تا۷۱
۱۱۰۔ اقبال کی اردو شاعری کا مختصر فنی جائزہ	ڈاکٹر تحسین فراقی	ایضاً	۳۱تا۴۶
۱۱۱۔ اقبال کی شخصیت اور اس کا پیغام	ڈاکٹر قاضی عبدالحمید	ایضاً	۵تا۲۲
۱۱۲۔ عصرِ حاضر خاصۂ اقبال گشت	عارفہ بخاری	ایضاً	۵۶تا۶۲
۱۱۳۔ ساقی نامہ	ماجدہ عثمانی	ایضاً	۶۳ تا۶۵
۱۱۴۔ مسجد قرطبہ کا فکری اور فنی جائزہ	شکیلہ خانم	اپریل ۲۰۰۴ء	۶۹ تا۷۸
۱۱۵۔ فکرِ اقبال کے ارتقا کے روشن زاویے	ڈاکٹر صابر حسین جلسیری	نومبر ۲۰۰۴ء	۲۹ تا۳۷
۱۱۶۔ ’’بچے کی دعا‘‘ تاریخی اور نفسیاتی تجزیہ	ایضاً	نومبر ۲۰۰۵ء	۶۸ تا۷۰
۱۱۷۔ شاعری اور فلسفۂ اقبال کے اقوام عالم پر اثرات	ڈاکٹر ممتاز عمر	ایضاً	۷۱تا۷۴

۱۱۸۔ یورپ میں قیام کے دوران اقبال کے فکری انقلابات	شیراز زیدی	ایضاً	۴۸تا۵۵
۱۱۹۔ اقبال کا نظریۂ فن	رابعہ سرفراز	ایضاً	۳۴تا۴۷
۱۲۰۔ ''پیامِ مشرق'' کا مقدمہ	ایضاً	اپریل۲۰۰۶ء	۴۷تا۵۰
۱۲۱۔ اقبال کا ایک نایاب شعر	اکبر حیدری کشمیری	نومبر۲۰۰۶ء	۶۳تا۶۶
۱۲۲۔ علّامہ اقبال اور نوجوان	سید اظفر رضوی	ایضاً	۶۷تا۷۱
۱۲۳۔ اقبال کا اثر اردو شاعری پر	پروفیسر جمیل احمد انجم	اپریل۲۰۰۷ء	۵تا۱۸
۱۲۴۔ اقبال پھر اقبال ہے	کیفی حسنی	نومبر۲۰۰۷ء	۵۵تا۶۱
۱۲۵۔ اقبال اور جدیدیت	ناصر عباس نیّر	ایضاً	۱۳تا۲۰
۱۲۶۔ کلامِ اقبال میں فکر و فنی ہم آہنگی	رابعہ سرفراز	ایضاً	۴۴تا۴۹
۱۲۷۔ فکر اقبال کے ترقی پسندانہ رویے	ڈاکٹر طاہر تونسوی	ایضاً	۵۰تا۵۴
۱۲۸۔ اقبال: ایک نئی آواز	پروفیسر افتخار اجمل شاہین	اپریل۲۰۰۸ء	۳۴تا۳۷
۱۲۹۔ اقبال کا تصورِ عظمتِ انسانی	اعظم نوید	ایضاً	۱۱تا۱۸
۱۳۰۔ اقبال: جدید اردو نظم کا پیش رو	ڈاکٹر وزیر آغا	ایضاً	۵۰تا۵۴
۱۳۱۔ اقبال: شاعرِ رنگ و بو	رفعت سروش	ایضاً	۱۹تا۲۹
۱۳۲۔ علامہ اقبال اور جدید اردو غزل	جاوید منظر	ایضاً	۳۰تا۳۳
۱۳۳۔ علامہ اقبال عظیم شاعر، عظیم مفکر	نسیم انجم	ایضاً	۳۸تا۴۱

☆ ذیل میں اقبال کے مکتوبات اور خطبات کے حوالے سے لکھے گئے مضامین کی فہرست دی جا رہی ہے:

مکاتیب

۱۔ اقبال کے خطوط	رفیع الدین ہاشمی	اپریل۱۹۷۴ء	۲۹تا۴۰
۲۔ خطوط راس مسعود بنام اقبال	جلیل قدوائی	اپریل۱۹۷۵ء	۵تا۱۱
۳۔ مشاہیر کے خطوط	ایضاً	جون۱۹۷۷ء	۹تا۱۴
۴۔ اقبال کے کچھ نئے خطوط	بشیر احمد ڈار	نومبر۱۹۷۷ء	۲۱۳تا۲۲۲
۵۔ مکاتیبِ اقبال	وحید عشرت	ایضاً	۲۵۳تا۲۶۰

۶۔ اقبال کا نظریۂ شاعری۔خطوط کی روشنی میں	تبسم کاشمیری	اپریل۱۹۷۹ء	۱۳تا۱۶
۷۔ علامہ اقبال کے قائداعظم کے نام دو اور خط	پروفیسر محمد جہانگیر عالم	اپریل۱۹۸۱ء	۲۰تا۲۲
۸۔ مکتوباتِ اقبال بنام سیّد سلیمان ندوی	آفاق صدیقی	نومبر۱۹۸۳ء	۲۰تا۲۳
۹۔ ایک برطانوی مصور کے نام اقبال کے چار غیر مطبوعہ اور نامعلوم مکاتیب	ڈاکٹر سید نعمان الحق	جنوری۱۹۹۱ء	۱۳تا۲۴
۱۰۔ مکاتیب اقبال بنام سر ولیم روتھن اسٹائن	ڈاکٹر صدیق جاوید	اپریل۱۹۹۱ء	۱۹تا۲۸
۱۱۔ اقبال کا ایک نادر خط	شائستہ خاں	نومبر۱۹۹۴ء	۱۷تا۲۴
۱۲۔ علامہ اقبال کی مراسلت بنام جناح: ایک تاریخی دستاویز کا اشاعت بہ اشاعت تحقیقی وتنقیدی جائزہ	شاہدہ یوسف	دسمبر۱۹۹۷ء	۲۱تا۳۶
۱۳۔ علاّمہ اقبال کی مکتوبات نگاری پر ایک نظر	پروفیسر اکبر رحمانی	اپریل۱۹۹۸ء	۶۰تا۷۵
۱۴۔ راس مسعود کا علامہ اقبال کے نام ایک نادر مکتوب	پروفیسر فتح خان ملک	جولائی۱۹۹۹ء	۱۹تا۲۳
۱۵۔ اقبال کے غیر مطبوعہ خطوط بنام مس ویگے ناسٹ (۱۹۰۷ءتا۱۹۳۳ء)	ڈاکٹر سعید اختر درانی	اپریل۲۰۰۱ء	۱۴تا۴۱

خطبات

۱۔ اقبال کا خطبۂ علی گڑھ،۱۹۱۱ء (پچاسی سالہ اشاعت کی روداد)	ڈاکٹر صدیق جاوید	نومبر۱۹۹۸ء	۱۳تا۳۰
۲۔ اقبال کا دوسرا خطبہ: تحقیقی وتنقیدی جائزہ (مذہبی واردات کے انکشافات کی فلسفیانہ پرکھ)	پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان	نومبر۲۰۰۴ء	۱۳تا۲۸
۳۔ اقبال کا پہلا خطبہ: اجمالی تحقیقی وتوضیحی جائزہ	ایضاً	اپریل۲۰۰۵ء	۵تا۱۹
۴۔ اقبال کا تیسرا خطبہ، اجمالی، تحقیقی وتوضیحی مطالعہ	ایضاً	نومبر۲۰۰۵ء	۵تا۲۵

☆ اقبال کی شاعری اور نثر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ سیاست کے بارے میں واضح مؤقف رکھتے تھے۔ان کے سیاسی نظریات پر مجلّہ ''قومی زبان'' میں درج ذیل ستائیس مضامین شائع ہوئے ہیں:

۱۔ اقبال کا سیاسی نظام: ایک غیر مطبوعہ مضمون	ڈاکٹر محمد دین تاثیر	۱۶/دسمبر۱۹۵۷ء	۱،اور۱۷/۱۸
۲۔ اقبال: مسلمانوں کی وحدت کا داعی	ڈاکٹر محمد ریاض	اپریل۱۹۷۴ء	۱۹تا۲۴
۳۔ اقبال کا درسِ آزادی	پروفیسر ابوالفہیم خورشید خاور امروہوی	اپریل۱۹۷۵ء	۲۴تا۲۶

۴۔ ''مجھے ہے حکمِ اذاں...''	ڈاکٹر خان رشید	اپریل۱۹۷۶ء	۲۰اور۲۱
۵۔ اقبال اور کشمیر	پروفیسر ڈاکٹر صابر آفاقی	نومبر۱۹۷۷ء	۷۱تا۷۵
۶۔ مسلم کلچر کی ''روحِ اقبال'' کی نظر میں	پروفیسر حبیب الرحمٰن	ایضاً	۹۲تا۹۸
۷۔ ملّی وحدت کی نشاۃ الثانیہ کا علم بردار: اقبال	سلیم اختر	ایضاً	۱۵۴تا۱۶۰
۸۔ اسلامی ریاست کی تشکیل اور علاّمہ اقبال کا نقطہ نظر	مظفر عباس	جولائی۱۹۷۸ء	۳۲تا۳۹
۹۔ اقبال اور پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم	محمد جہانگیر عالم	نومبر۱۹۷۸ء	۵۴تا۵۷
۱۰۔ اقبال کی مدحتِ آزادی اور مذمّتِ غلامی	ڈاکٹر محمد ریاض	ایضاً	۲۹تا۳۵
۱۱۔ اقبال کا تصوّرِ فرد وملّت	محمد صدیق شاد	اپریل۱۹۷۹ء	۴۳تا۴۷
۱۲۔ اقبال: اسلام اور اشتراکیت	دردانہ جلیل، ایم اے	نومبر۱۹۷۹ء	۴۷تا۵۲
۱۳۔ جمہوریت: اقبال کی نظر میں	ڈاکٹر آفتاب احمد صدیقی	اپریل۱۹۸۱ء	۱۳تا۱۹
۱۴۔ اقبال: ایک مستقبل شناس	عابدہ ریاست رضوی	اپریل۱۹۸۲ء	۱۹تا۲۵
۱۵۔ قائداعظم، اتاترک، علی برادران اور رومی و اقبال کے بعض متوازی نقوش	ڈاکٹر حنیف فوق	نومبر۱۹۸۵ء	۵تا۸
۱۶۔ اقبال اور تحریکِ پاکستان	پروفیسر میاں محمد صادق	نومبر۱۹۸۶ء	۱۵تا۱۷
۱۷۔ اقبال اور اقتدارِ اعلیٰ کا عمرانی زاویہ	ڈاکٹر صدّیق جاوید	نومبر۱۹۹۰ء	۲۳تا۲۹
۱۸۔ علامہ اقبال اور جمہوریت	رعنا اقبال	نومبر۱۹۹۱ء	۲۷تا۳۰
۱۹۔ اقبال اور تصوّرِ پاکستان	خالد اقبال یاسر	نومبر۱۹۹۳ء	۵تا۸
۲۰۔ اقبال کیسا نظامِ حکومت چاہتے تھے؟	ڈاکٹر عبدالغفار کوکب	اپریل۲۰۰۱ء	۴۳تا۵۰
۲۱۔ اقبال کا سفرِ وطنیت سے ملّت کی طرف	کلثوم طارق برنی	نومبر۲۰۰۱ء	۴۸تا۵۷
۲۲۔ عزمِ صمیم۔ سوز دروں	نوید احمد گل	نومبر۲۰۰۲ء	۶۸تا۷۴
۲۳۔ اقبال کے تصورِ ملّت کی انفرادیت و جامعیت	شاہد اقبال کامران	جولائی۲۰۰۴ء	۱۴تا۲۶
ایضاً	ایضاً	جون۲۰۰۵ء	۳۳تا۴۴
۲۴۔ عمرانی نقطۂ نظر سے اقبال کا تصور ملّت	بشریٰ لطیف	نومبر۲۰۰۴ء	۴۳تا۴۶
۲۵۔ علامہ اقبال کا خطبہ الہ آباد: برصغیر کی مسلم سیاست	اعظم نوید	نومبر۲۰۰۶ء	۴۵تا۵۱

	کی اہم دستاوی اور رومی و اقبال کے بعض			
۲۶۔	مسلمانوں کی سیاسی بے داری میں اقبال کا حصّہ	ڈاکٹر محمود حسین	ایضاً	۳۹ تا ۴۴
۲۷۔	مغرب کا نظریاتی، ثقافتی اور سیاسی غلبہ ختم کرنے کے لیے اقبال کی کاوشوں کا تفصیلی جائزہ	اعظم نوید	اپریل ۲۰۰۷ء	۱۹ تا ۲۹

☆ ذیل میں اقبال کے تعلیمی نظریات سے متعلق شائع ہونے والے ۱۵ مضامین کی فہرست ہے:

۱۔	اقبال اور تعلیم	ڈاکٹر خان رشید	نومبر ۱۹۷۶ء	۵ تا ۹
۲۔	علّامہ اقبال اور تعلیم	توقیر صدیقی	اپریل ۱۹۷۷ء	۳۷ تا ۳۹
۳۔	اقبال کے کلام میں تعلیمی عناصر	ڈاکٹر صدیقہ ارمان	نومبر ۱۹۷۷ء	۱۶۱ تا ۱۸۰
۴۔	اقبال بہ حیثیت معلّم	یوسف عزیز	دسمبر ۱۹۷۷ء	۳۶ تا ۴۰
۵۔	اقبال کا نظریۂ تعلیم: مکاتیب وکلام اقبال کی روشنی میں	سعدیہ نسیم	جون ۱۹۷۸ء	۳۳ تا ۴۴
۶۔	قائد اعظم	ابوالفضل صدیقی	ایضاً	۴۵ تا ۴۴
۷۔	اقبال کا نظریۂ علم	صوفیہ رفعت	اپریل ۱۹۷۹ء	۴۸ تا ۵۷
۸۔	اقبال اور تعلیم	نوید ظفر	نومبر ۱۹۷۹ء	۴۲ تا ۴۶
۹۔	علّامہ اقبال کے تعلیمی افکار	شاہدہ چوہدری	دسمبر ۱۹۷۹ء	۴۵ تا ۴۷
۱۰۔	تعلیم اور اقبال	فہمیدہ عتیق	جولائی ۱۹۸۶ء	۶۹ تا ۷۳
۱۱۔	علّامہ اقبال بحیثیت ماہر تعلیم	رفیق محمد خاں	جولائی ۱۹۸۷ء	۷۷ تا ۸۲
۱۲۔	اقبال کا تصوّرِ علم	ڈاکٹر شفیق احمد	اپریل ۱۹۹۱ء	۲۹ تا ۳۴
۱۳۔	جدید علوم کی اسلامائزیشن فکر اقبال کے تناظر میں	پروفیسر شاہدہ یوسف	اپریل ۱۹۹۶ء	۵ تا ۲۱
۱۴۔	علّامہ اقبال کے تعلیمی نظریات	پروفیسر انجم بانو کاظمی	نومبر ۱۹۹۹ء	۵۵ تا ۶۳
۱۵۔	اقبال کا نظریۂ علم	سیدہ عظمیٰ گیلانی	نومبر ۲۰۰۶ء	۵۳ تا ۶۱

☆ درج ذیل ۶۹ مضامین افکارِ اقبال کی مختلف جہتوں سے متعلق ہیں:

۱۔	اقبال اور تصوّف ایران	مسٹر پیٹر ایولوی	یکم جولائی ۱۹۶۰ء	۱۶ تا ۱۸
۲۔	اقبال اور عشق رسول ﷺ	ڈاکٹر این میری شیمل	یکم مئی تا یکم جون ۱۹۶۲ء	۳۸ تا ۴۴
۳۔	اقبال اور تصوّف	سید عبدالرشید فاضل	اپریل ۱۹۶۷ء	۱۵ تا ۲۴
	ایضاً	ایضاً	مئی ۱۹۶۷ء	۶۳ تا ۷۲

۴۔ میلاد النبی ﷺ	علامہ اقبال	اپریل ۱۹۷۴ء	۴ اور ۵
۵۔ اقبال کے فلسفے میں تضاد و توافق	بشیر احمد ڈار	ایضاً	۶ تا ۹
۶۔ علامہ اقبال کا مسلک تصوف	تنویر کوثر	ایضاً	۴۳ تا ۵۶
۷۔ خودی	سید قدرت نقوی	اپریل ۱۹۷۵ء	۱۲ تا ۱۷
۸۔ اقبال کا تصورِ تاریخ	شیر محمد گریوال	اپریل ۱۹۷۶ء	۲۸ تا ۳۰
۹۔ اقبال کا سائنسی شعور	ریاض صدیقی	ایضاً	۳۷ تا ۴۱
۱۰۔ اقبال کے ہاں مردِ مومن کا تصوّر	مظفر عباس	ایضاً	۳۱ تا ۳۴
۱۱۔ اقبال کا فلسفہ زمان و مکان	حبیب الرحمان	اپریل ۱۹۷۷ء	۱۸ تا ۲۶
۱۲۔ اقبال کا معیار ایمان و مومن	آصف راز دہلوی	ایضاً	۳۲ تا ۳۵
۱۳۔ اقبال اور مسئلہ تقدیر	آصف دہلوی	ستمبر ۱۹۷۷ء	۳۳ اور ۳۴
۱۴۔ ارتقائے حیات اور اقبال	ریاض صدیقی	نومبر ۱۹۷۷ء	۷۶ تا ۸۰
۱۵۔ اقبال اور سنوسی تحریک	ڈاکٹر معین الدین عقیل	ایضاً	۸۱ تا ۸۷
۱۶۔ اقبال اور تاریخ	شیر محمد گریوال	ایضاً	۸۸ تا ۹۱
۱۷۔ اقبال کا تصورِ خودی	سعدیہ نسیم	ایضاً	۱۰۵ تا ۱۱۳
۱۸۔ قرآن، مسلمان اور اقبال	مشکور علی، برق، ڈاکٹر	ایضاً	۱۴۳ تا ۱۵۰
۱۹۔ اقبال اور عمرانی افکار	پروفیسر ڈاکٹر عقیلہ کیانی	اپریل ۱۹۷۸ء	۵ تا ۸
۲۰۔ اقبال کا تصوّرِ تاریخ	شیر محمد گریوال	ایضاً	۱۸ تا ۲۲
۲۱۔ اقبال اور حق گوئی	ڈاکٹر مرتضیٰ اختر جعفری	نومبر ۱۹۷۸ء	۵ تا ۸
۲۲۔ اسبابِ زوالِ امت: اقبال کی نظر میں	محمد ایوب شاہد	ایضاً	۳۶ تا ۴۷
۲۳۔ اقبال اور عشق	توقیر صدیقی	اپریل ۱۹۷۹ء	۵۸ اور ۵۹
۲۴۔ اقبال کا فلسفۂ خودی	ناہید رخشاں صدیقی	ایضاً	۳۵ تا ۴۲
۲۵۔ اقبال کا تصوّرِ زماں	سید رسول رسا	ایضاً	۵ تا ۱۲
۲۶۔ اقبال زماں سے لازمانیت تک	ریاض صدیقی	نومبر ۱۹۷۹ء	۲۷ تا ۳۲
۲۷۔ اقبال: عاشق رسول ﷺ	سید اعظم رضوی	ایضاً	۳۳ تا ۴۱
۲۸۔ سبوچۂ اقبال	فضل القدیر ندوی	اپریل ۱۹۸۰ء	۵ تا ۸

۲۹۔ رومی و اقبال کا تصورِ انسان	ڈاکٹر سید نعیم الدین	اپریل ۱۹۸۱ء	۵تا۱۲
۳۰۔ تصوّرِ خیر و اختیار: رومی و اقبال میں	ایضاً	نومبر ۱۹۸۱ء	۵تا۱۰
۳۱۔ منصور حلاج اور اقبال	معین زلفی	ایضاً	۴۲تا۴۸
۳۲۔ نجدی تحریک اور اقبال	ڈاکٹر معین الدین عقیل	ایضاً	۳۲تا۴۰
۳۳۔ وحدت الوجود اور خودی	ڈاکٹر محمد اقبال جاوید	نومبر ۱۹۸۲ء	۳۴تا۴۲
۳۴۔ علامہ اقبال کا ثقافتی نظریہ	نسیم نیشوفوز	اپریل ۱۹۸۴ء	۱۵تا۱۷
۳۵۔ اقبال کا فلسفۂ خودی	سرور اکبر آبادی، ڈاکٹر	نومبر ۱۹۸۵ء	۹تا۱۱
۳۶۔ فکرِ اقبال کا ایک اہم پہلو	جلیسری، صابر حسین، ڈاکٹر	نومبر ۱۹۸۷ء	۱۷تا۲۳
۳۷۔ خودی	احمد ہمدانی	اکتوبر ۱۹۹۰ء	۲۳تا۲۹
۳۸۔ تصوّرِ حرکت و تغیّر	ایضاً	اپریل ۱۹۹۲ء	۵تا۱۰
۳۹۔ اقبال کا تصوّرِ تاریخ	پروفیسر شیخ عبدالرشید	نومبر ۱۹۹۷ء	۴۴تا۴۹
۴۰۔ اقبال کا نظریۂ تقدیر	پروفیسر نظیر صدیقی	اپریل ۱۹۹۹ء	۲۳تا۲۷
۴۱۔ حضرت بابا تاج الدین ناگوری سے علامہ اقبال اور شاد کی عقیدت	پروفیسر اکبر رحمانی	جولائی ۱۹۹۹ء	۳۴تا۴۷
۴۲۔ مجدد الف ثانی، اقبال اور تصوف	ڈاکٹر محمد علی صدیقی	نومبر ۱۹۹۹ء	۵تا۱۰
۴۳۔ اسلامی قانون کے منابع و مصادر (فکرِ اقبال کے آئینے میں)	پروفیسر شاہدہ یوسف	اپریل ۲۰۰۰ء	۳۷تا۴۸
۴۴۔ اقبال اور محبت رسول ﷺ	محمد سلیم خالد	ایضاً	۶۶تا۷۶
۴۵۔ اقبال پر ایک محققانہ نظر اور ان کی نفسیاتی تشریح	راغب احسن	نومبر ۲۰۰۰ء	۳۵تا۴۲
۴۶۔ اقبال کا تصورِ خودی	ڈاکٹر سید عابد حسین	ایضاً	۵تا۲۸
۴۷۔ کیا اقبال واقعتاً وحدت الوجودی تھے؟	ڈاکٹر محمد علی صدیقی	ایضاً	۴۳تا۵۰
۴۸۔ اقبال کا مردِ مومن	صادق حسین طارق	اپریل ۲۰۰۱ء	۷۲تا۷۴
۴۹۔ علاّمہ اقبال اور مسلم نشاۃ ثانیہ	نسیم نیشوفوز	ایضاً	۶۱تا۶۴
۵۰۔ اقبال کا تصوّرِ زماں	سید بشیر الدین صاحب بی ای ارکونم	نومبر ۲۰۰۱ء	۵تا۱۱
۵۱۔ علامہ اقبال اور قرۃ العین طاہرہ	ڈاکٹر محمد علی صدیقی	نومبر ۲۰۰۱ء	۱۲تا۱۷

۵۲۔	اقبال کی انسان دوستی	شاہدہ یوسف	اپریل ۲۰۰۲ء	۳۵ تا ۴۲
۵۳۔	اقبال: عشق اور نظریہ تحرک	محمد اشرف کمال	ایضاً	۴۳ تا ۴۸
۵۴۔	تصوف پر اقبال کے انتقاد کا مطالعہ	ڈاکٹر شاہد اقبال کامران	نومبر ۲۰۰۲ء	۵ تا ۲۲
	تصوف اور اقبال	ایضاً	اپریل ۲۰۰۶ء	۵ تا ۲۱
۵۵۔	اقبال اور اجتہاد	بشریٰ لطیف	اپریل ۲۰۰۳	۶۰ تا ۶۸
۵۶۔	فکرِ اقبال میں زندگی کا حرکی اور ارتقائی تصور	محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، پروفیسر	ایضاً	۱۹ تا ۲۷
۵۷۔	اقبال کا تصورِ عشق	ڈاکٹر وزیر آغا	نومبر ۲۰۰۳ء	۲۳ تا ۳۰
۵۸۔	توحید و رسالت اور اقبال	پروفیسر فضل حق فاروقی	ایضاً	۵۳ تا ۵۵
۵۹۔	اقبال کا تصور شعوری ارتقا اور ختم نبوت ﷺ	پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان	اپریل ۲۰۰۴ء	۵۵ تا ۶۰
۶۰۔	اقبال اور حلاّج	ڈاکٹر محمد علی صدیقی	جنوری ۲۰۰۵ء	۱۳ تا ۱۸
۶۱۔	ابوالعلامعریٰ: اقبال کی نظر میں	ڈاکٹر محمد مبین حسنی	اپریل ۲۰۰۵ء	۵۸ تا ۶۲
۶۲۔	اقبال کا تصورِ خودی	یونس حسن	ایضاً	۳۰ تا ۳۸
۶۳۔	فلسفۂ خودی اور بے خودی اور معاشرتی انقلاب	شیراز زیدی	ایضاً	۳۹ تا ۴۶
۶۴۔	اقبال اور شریعتی اور نعرۂ انا الحق	محمد بقائی ماکان مترجم نوید احمد گل	نومبر ۲۰۰۵ء	۶۰ تا ۶۷
۶۵۔	علامہ اقبال اور قدیم ایرانی مذاہب	ڈاکٹر محمد اقبال شاہد	فروری ۲۰۰۷ء	۳۵ تا ۳۹
۶۶۔	اقبال کا تصوّرِ اسلام	سید اظفر رضوی	نومبر ۲۰۰۷ء	۳۵ تا ۴۳
۶۷۔	اقبال کی مذہبی اور صوفیانہ تلمیحات	ڈاکٹر بصیرہ عنبرین	ایضاً	۲۷ تا ۳۴
۶۸۔	اقبال: عشق و نظریہ تحرک	ڈاکٹر اشرف کمال	ایضاً	۵ تا ۱۲
۶۹۔	اقبال کا فلسفۂ عقل و عشق	ارم سحر آفتاب	اپریل ۲۰۰۸ء	۴۲ تا ۴۹

☆ ذیل میں ''اقبال اور معاصرین'' کے حوالے سے شائع ہونے والے مضامین کی فہرست دی جارہی ہے:

۱۔	اقبال کے فوراً بعد	ڈاکٹر سیّد عبداللہ	اپریل ۱۹۶۷ء	۷ تا ۱۰
۲۔	حالی، اکبر اور اقبال	نر بھے رام جوہر	ایضاً	۲۵ تا ۲۷
۳۔	معاصر شعرا: اقبال کی نظر میں	محمد عبداللہ قریشی	جون ۱۹۶۷ء	۱۵ تا ۲۶
۴۔	علاّمہ اقبال کے ایک ہم عصر عظیم آبادی شاعر	محمد معین الدین دردائی علیگ	نومبر ۱۹۷۴ء	۵ تا ۱۶
۵۔	پیرو اقبال: میر نیرنگ	ڈاکٹر معین الدین عقیل	ستمبر ۱۹۹۶ء	۱۷ تا ۲۱

۶۔ ملتان میں اقبال کے ملاقاتی: علمی اور فکری اختلاف کے دوراہے پر	اسد فیض	اپریل۱۹۹۹ء	۶۳ تا ۶۶
۷۔ بابائے اردو اور علاّمہ اقبال کا اشتراکِ عمل	ڈاکٹر سیّد معراج نیّر	نومبر۲۰۰۵ء	۵۶تا۵۹

☆ اقبال اور اکابرینِ ادب سے متعلق ۲۹ مضامین درج ذیل ہیں:

۱۔ ڈاکٹر اقبال اور سیموئیل راجرس	محمد مصطفےٰ	اکتوبر۱۹۶۶ء	۶۰ تا ۶۴
۲۔ غالب اور اقبال	مخمور اکبرآبادی	فروری۱۹۶۹ء	۱۱تا۳۱
۳۔ اقبال اور مولوی عبدالحق	ڈاکٹر ممتاز حسن	فروری۱۹۷۵ء	۲۹ تا ۴۴
۴۔ اقبال اور ممتاز حسن	رفیع الدین ہاشمی	اپریل۱۹۷۵ء	۱۸تا۲۳
۵۔ امیر خسرو اور اقبال	ڈاکٹر محمد ریاض	دسمبر۱۹۷۵ء	۱۳تا۱۶
۶۔ قائدِ اعظم اور اقبال کا مردِ مومن	ڈاکٹر صدیقہ ارمان	دسمبر۱۹۷۶ء	۱۷۶ تا ۱۸۷
۷۔ اقبال اور الجیلی	پروفیسر ملک حسن اختر	نومبر۱۹۷۷ء	۱۱۴ تا ۱۲۸
۸۔ اقبال ٹیگور اور ڈاکٹر لمعہ حیدرآبادی	اکبر رحمانی	جنوری۱۹۷۸ء	۲۹ تا ۳۲
۹۔ اقبال اور غزالی	پروفیسر ملک حسن اختر	نومبر۱۹۷۸ء	۹ تا ۲۶
۱۰۔ علاّمہ اقبال سے لمعہ حیدرآباد کے مراسم	اکبر رحمانی	اپریل۱۹۷۹ء	۲۶ تا۳۱
۱۱۔ خوشحال و اقبال	محمد پرویش شاہین	نومبر۱۹۷۹ء	۲۲ تا ۲۶
۱۲۔ اقبال اور ورڈسورتھ	پروفیسر علیم صدیقی	نومبر۱۹۸۱ء	۱۷تا۳۱
۱۳۔ اقبال اور ظفر علی خاں	ایضاً	اپریل۱۹۸۳ء	۱۲ تا ۲۳
۱۴۔ علاّمہ اقبال اور سر تیج بہادر سپرو	سیّد قدرت نقوی	نومبر۱۹۸۳ء	۱۴تا۲۳
۱۵۔ علاّمہ اقبال اور سر علی امام	صادق امام زیدی	اپریل۱۹۸۵ء	۲۱ تا ۲۴
۱۶۔ علاّمہ اقبال اور ممنون حسن خاں	جمیل زبیری	مارچ۱۹۸۶ء	۲۱ تا ۲۷
۱۷۔ جدید نطشے، جدید تر اقبال: گوشۂ طلبہ سے	نسیم نیشوفوز	اپریل۱۹۸۷ء	۷۹تا۸۳
۱۸۔ غالب اور اقبال۔ایک تقابلی تجزیہ	سیّد مظفر حسین	فروری۱۹۹۳ء	۲۷ تا ۳۴
۱۹۔ اقبال، جمال الدین افغانی اور اتحادِ عالمِ اسلامی کی تحریک	خالد اقبال یاسر	اپریل۱۹۹۳ء	۷ تا۱۲
۲۰۔ غالب اور اقبال۔ایک تقابلی جائزہ	سیّد مظفر حسین	مئی۱۹۹۵ء	۲۹ تا ۳۴
۲۱۔ غالب اور اقبال: اسالیب کا تقابلی مطالعہ	این۔پریگرین	اپریل۱۹۹۷ء	۳۹ تا ۴۵

۲۲۔ اکبر،اقبال اور مغربی تہذیب	گلزار حسین سیّد	نومبر۱۹۹۷ء	۳۲ تا ۳۷
۲۳۔ علاّمہ اقبال اور سر راس مسعود	پروفیسر فتح خان ملک	نومبر۱۹۹۹ء	۴۲تا۴۹
۲۴۔ عبدالحق،قائداعظم اور اقبال: اردو کے بہی خواہ	محمد اشرف کمال	اگست۲۰۰۱ء	۵۳تا۵۹
۲۵۔ اقبال اور راڈویل	ڈاکٹر صدیق جاوید	اپریل۲۰۰۲ء	۵تا۱۳
۲۶۔ اقبال اور نطشے	ثناءالرحمان	نومبر۲۰۰۴ء	۳۸تا۴۲
۲۷۔ اقبال اور ہسے	محمد بقائے ماکان/نوید احمد گل	جون۲۰۰۶ء	۲۵تا۳۳
۲۸۔ خلیلی اور اقبال	محمد افضل زاہد/نوید احمد گل	نومبر۲۰۰۶ء	۲۷تا۳۸
۲۹۔ اقبال اور جامی	وحیدالرحمٰن خان	اپریل۲۰۰۸ء	۵تا۱۰
ایضاً	ایضاً	نومبر۲۰۰۹ء	۱۵تا۱۹

☆ تاثراتی مضامین کسی بھی شخصیت کا آئینہ ہوتے ہیں ایسے مضامین لکھنے والے چوں کہ شخصیت کے قریب ہوتے ہیں اس لیے ان میں شخصیت کے بعض مخفی پہلو بھی سامنے آ جاتے ہیں۔ ذیل میں مجلّہ ’’قومی زبان‘‘ میں اقبال پر لکھے گئے۱۴ تاثراتی مضامین کی فہرست شامل کی جا رہی ہے:

۱۔ علامہ اقبال سے دو ملاقاتیں	ت۔س	اپریل۱۹۶۶ء	۹تا۱۳
۲۔ یادِ اقبال	جلیل قدوائی	ایضاً	۱۵تا۲۰
۳۔ بیادِ اقبال	جوش ملیح آبادی	اپریل۱۹۶۷ء	۱۱اور۱۲
۴۔ اقبال بھوپال میں	عبدالقوی دسنوی	اپریل۱۹۶۸ء	۳۵ تا۴۷
۵ اقبال مرحوم	ڈاکٹر مولوی عبدالحق	اپریل۱۹۷۶ء	۵صرف
۶۔ اقبال سے میری وابستگی	سیّد نصیرالدین	اپریل۱۹۷۹ء	۳۲ تا۳۴
۷۔ طالب علم اقبال	ڈاکٹر حسن اختر	اپریل۱۹۸۴ء	۱۱تا۱۳
۸۔ اقبال یادگار۔ بھوپال	مشفق خواجہ	اپریل۱۹۸۶ء	۱۳تا۱۵
۹۔ میرا پسندیدہ شاعر: اقبال تعارف، سوانح حیات، شاعری، کلام، تصانیف و تبصرہ	احمد عبداللہ احمد	اپریل۱۹۸۷ء	۳۱ تا۳۴
۱۰۔ ہائیڈل برگ میں آثارِ اقبال	آصف فرخی	نومبر۱۹۸۷ء	۹تا۱۶
۱۱۔ مجھے گھر یاد آتا ہے	ایضاً	اپریل۱۹۸۸ء	۴۷ تا۵۴
۱۲۔ اقبال اور میں	پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف	نومبر۱۹۹۷ء	۲۴تا۳۱

۱۳۔ اقبال اور خاصانِ خدا	افتخار احمد عدنی	نومبر ۱۹۹۸ء	۹ تا ۱۲
۱۴۔ اقبال کے ساتھ ایک شام کی یادیں	تحریر این اسٹیفن رمترجم محسن احسان	نومبر ۱۹۹۹ء	۱۱ تا ۱۴
ایضاً	ایضاً	اپریل ۲۰۰۳ء	۵ تا ۹

☆ اقبالیاتی تحقیق، دورِ حاضر کی بڑی ضرورت بن گئی ہے لہٰذا اس میں درپیش آنے والے مسائل کا تدارک بھی ضروری ہے۔ اس ضمن میں کچھ مضمون نگاروں نے توجہ بھی دلائی ہے، اسی سے متعلق ۵۹ مضامین کی فہرست شامل کی جاتی ہے:

۱۔ اقبال اور مولانا روم	میاں بشیر احمد	یکم فروری ۱۹۵۰ء	۴ اور ۵
۲۔ اقبال کی غیر مطبوعہ و مجوزہ تصانیف	قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی	۱۶/ اکتوبر ۱۹۵۵ء	۹، ۱۰، ۱۱ اور ۱۴
۳۔ حیاتِ اقبال کا ایک دل چسپ پہلو	نادم سیتاپوری	یکم و ۱۶/ اپریل ۱۹۶۳ء	۱۲ تا ۱۶
۴۔ بیاد بہ مجلسِ اقبال: بابائے اردو کی تین تحریریں	بابائے اردو	اپریل ۱۹۶۶ء	۳ تا ۸
۵۔ کلام اکبر بنام اقبال	م۔ خ	اپریل ۱۹۶۷ء	۱۱۳ور ۱۴
۶۔ بزمِ اقبال	ایضاً	اپریل ۱۹۶۸ء	۲۱ تا ۳۴
۷۔ علاّمہ اقبال کا سفر دہلی ۱۹۰۵ء لندن روانگی کے موقع پر	ڈاکٹر محمد ایوب قادری	اپریل ۱۹۷۴ء	۵۷ تا ۶۱
ایضاً	ایضاً	اپریل ۱۹۸۳ء	۲۴ تا ۲۸
۸۔ اقبال کے وظیفے کے بارے میں ایک یادداشت	جلیل قدوائی	اپریل ۱۹۷۶ء	۶ اور ۷
۹۔ اقبال نے اردو ادب کو کیا دیا؟	محمد حبیب اللہ رشدی	اپریل ۱۹۷۷ء	۲۷ تا ۳۱
۱۰۔ جنوبی ایشیا کے عمرانی کوائف اور اقبال	دولت بانو حیدر علی	ایضاً	۴۰ تا ۴۳
۱۱۔ اشاریۂ اقبال	وسیم الدین صدیقی	ایضاً	۴۵ تا ۶۳
۱۲۔ اقبالیات اور خواتین	شمیم حیات سیال (ایم۔اے)	اپریل ۱۹۷۸ء	۲۹ تا ۳۴
۱۳۔ اقبال اور اردو	احمد شمیم خاں	نومبر ۱۹۷۸ء	۴۸ تا ۵۰
۱۴۔ علاّمہ اقبال مصر میں	ڈاکٹر محمد السعید جمال الدین	ایضاً	۲۷ اور ۲۸
۱۵۔ اقبال اور جنوب مشرقی ایشیا	ڈاکٹر عثمان سلجوق	اپریل ۱۹۷۹ء	۲۳ تا ۲۵
۱۶۔ اقبال کا پیغام	ڈاکٹر آفتاب احمد ردولوی	ایضاً	۲۷ تا ۳۰
۱۷۔ مفکّر و مصوّرِ پاکستان ڈاکٹر علاّمہ محمد اقبال مرحوم تقویم کے آئینے میں	سید علی اکبر شاہ کاظمی	نومبر ۱۹۷۹ء	۵ تا ۱۴

۱۸۔ ورقِ تازہ	ریاض صدیقی	اپریل ۱۹۸۰ء	۱۵تا۱۷
۱۹۔ اقبال اور پختون	محمد پرویش شاہین	نومبر ۱۹۸۰ء	۲۳ تا ۲۷
۲۰۔ اقبال اور ہم	ڈاکٹر آفتاب احمد صدیقی	نومبر ۱۹۸۱ء	۱۱ تا ۱۵
۲۱۔ اقبال اور مغرب	رفیق خاور	اپریل ۱۹۸۲ء	۵ تا ۱۰
۲۲۔ اقبال اور سرحد	محمد پرویش شاہین	ایضاً	۱۱ تا ۱۸
۲۳۔ اقبال کے دو اساتذہ	میاں محمد صادق (ایم۔اے)	ایضاً	۲۶ تا ۳۱
۲۴۔ روحِ اقبال	ڈاکٹر رضی الدین صدیقی	اپریل ۱۹۸۳ء	۷اور۸
۲۵۔ اقبال: ایک تنقیدی جائزہ	پروفیسر محمد رفیع عالم	نومبر ۱۹۸۴ء	۱۱ تا ۱۸
۲۶۔ ترکی میں مطالعۂ اقبال	ڈاکٹر حنیف فوق	اپریل ۱۹۸۵ء	۷تا۱۴
۲۷۔ اقبال اور موریشس	عنایت حسین عیدن	ایضاً	۱۵ تا ۲۱
۲۸۔ اقبال اور جہانِ امروز	ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی	نومبر ۱۹۸۶ء	۹ تا ۱۳
۲۹۔ اسرارِ خودی کا ایک فراموش شدہ ایڈیشن	شائستہ خان	اپریل ۱۹۸۹ء	۱۰ تا ۲۰
۳۰۔ اقبال کی ایک غزل کا تحقیقی جائزہ	ڈاکٹر صدیق جاوید	نومبر ۱۹۹۱ء	۷تا۱۷
۳۱۔ تصریحات	ایضاً	اپریل ۱۹۹۲ء	۷تا۱۹
۳۲۔ تحقیق اور اقبالیاتی تحقیق	شفیق عجمی	نومبر ۱۹۹۲ء	۹تا۱۲
۳۳۔ کلامِ اقبال پر اکابرِ ملّت کے افکار اور احیائے اسلام کی تحریکوں کے اثرات	سید انکسار علی پاکستانی	نومبر ۱۹۹۳ء	۹تا۱۶
۳۴۔ قومی زبان اور اقبالیات قومی زبان کے ۱۹۷۵ تا ۱۹۹۵ء تک کے شماروں میں علّامہ اقبال پر شائع شدہ مضامین کا اشاریہ	عبدالحنان خاں	نومبر ۱۹۹۶ء	۳۷ تا ۴۴
۳۵۔ نگارِ پاکستان اور اقبالیات	محمد انور نذیر علوی	ایضاً	۴۵تا۵۱
۳۶۔ ''اقبال کی شخصیت کی ایک اہم کلید'' شذراتِ فکرِ اقبال	شاہدہ یوسف	ایضاً	۲۱ تا ۲۸
۳۷۔ اقبال کا انٹرنیشنل میرٹ	ایضاً	اپریل ۱۹۹۷ء	۵ تا ۱۵
۳۸۔ ملتان میں اقبال شناسی کی روایت	اسد فیض	ایضاً	۲۵ تا ۳۰
۳۹۔ اقبال کی ایک صدی پرانی نظم	ڈاکٹر صدیق جاوید	اپریل ۱۹۹۸ء	۷۶تا۸۲
۴۰۔ علاّمہ سرمحمد اقبال (موضوعاتی فہرست)	ڈاکٹر نثار احمد فیضی	نومبر ۱۹۹۸ء	۷۱تا۷۹

۴۱۔ اقبال کی نظم مرزا غالب، دو شعروں کا تخلیقی محرک	ڈاکٹر صدیق جاوید	اپریل ۱۹۹۹ء	۱۳ تا ۲۲
۴۲۔ اقبال کے ایک شعر کے تخلیقی محرک کا پس منظر	ایضاً	ستمبر ۱۹۹۹ء	۲۹ تا ۴۲
۴۳۔ اقبال کی شاعری کے ابتدائی نقوش	عطاء الرحمٰن خاں میو	نومبر ۲۰۰۰ء	۷۴ تا ۸۱
۴۴۔ اقبال اور اردو	فلک شیر لیل	اپریل ۲۰۰۱ء	۶۵ تا ۷۱
۴۵۔ توقیتِ اقبال	جگن ناتھ آزاد	ایضاً	۵ تا ۱۳
۴۶۔ اقبال کا عوامی پیغام، اقبال کا خلاصۂ کلام	پروفیسر فروغ احمد	نومبر ۲۰۰۱ء	۴۴ تا ۴۷
۴۷۔ ہمارا نصابِ تعلیم اور فکرِ اقبال کے تقاضے	ڈاکٹر معین الدین عقیل	ایضاً	۱۸ تا ۲۰
۴۸۔ اقبال متکلّم ہیں یا فلسفی بھی؟	پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر	اپریل ۲۰۰۲ء	۱۴ تا ۳۴
۴۹۔ اقبالیات میں تحقیق، مسائل و امکانات	شاہد اقبال کامران	اپریل ۲۰۰۳ء	۱۳ تا ۱۸
۵۰۔ پاکستان میں اقبال شناسی	پروفیسر شفیق عجمی	ایضاً	۲۸ تا ۳۴
۵۱۔ فکرِ اقبال کی خوشبو	عطاء الرحمٰن میو	ایضاً	۳۵ تا ۴۱
۵۲۔ اقبالیاتی تحقیق کے مسائل اور ان کے حل کی تجاویز	شاہدہ یوسف	نومبر ۲۰۰۳ء	۴۷ تا ۵۲
۵۳۔ اقبال کی پانچ پسندیدہ شخصیات	پروفیسر نجم الہدیٰ (علیگ)	اپریل ۲۰۰۴ء	۶۱ تا ۶۸
۵۴۔ مثنوی اسرارِ خودی کی اشاعت دوم میں تبدیلیوں کی نوعیت اور وجوہ کا تجزیہ	شاہد اقبال کامران	اپریل ۲۰۰۵ء	۲۰ تا ۲۹
۵۵۔ مشرق و مغرب اقبال کی نظر میں	ثناء الرحمٰن	ایضاً	۴۷ تا ۵۴
۵۶۔ اقبالیات نیرنگِ خیال	ڈاکٹر محمد وسیم انجم	اپریل ۲۰۰۶ء	۲۲ تا ۴۶
۵۷۔ دنیائے اسلام اور اقبال	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	نومبر ۲۰۰۶ء	۵ تا ۲۵
۵۸۔ ''علم الاقتصاد''، اقبال، تجزیاتی مطالعہ	پروفیسر مجیب ظفر انوار حمیدی	ایضاً	۷۲ اور ۷۳
۵۹۔ دیباچہ ''بانگ درا'' پر ایک نظر	ڈاکٹر محمد آصف اعوان	اپریل ۲۰۰۷ء	۳۴ تا ۴۲

☆ درج ذیل حصے میں چار مضامین شامل ہیں۔ پہلا مضمون اقبال کے تحریر کردہ دیباچے پر مشتمل ہے دوسرے مضمون میں دو نوادراتِ اقبال کا ذکر ہے جب کہ تیسرا مضمون اقبال کا وہ خط ہے جو انھوں نے ''اسرارِ خودی'' کے حوالے سے ڈکنسن کو لکھا تھا اور چوتھا مضمون اقبال کے فلسفۂ سخت کوشی سے متعلق ہے:

۱۔ علاّمہ اقبال کی ایک تحریر	تحسین سروری	یکم مئی ۱۹۶۳ء	۲۱ اور ۲۲
۲۔ دو نوادر...بسلسلۂ اقبال	ڈاکٹر معین الدین عقیل	نومبر ۱۹۹۲ء	۵ تا ۸

۳۔	اسد ملتانی کا تنقیدی وژن	ڈاکٹر مختار ظفر	مارچ۱۹۹۹ء	۴۳ تا ۴۹
	فکر و کلامِ اقبال کی بعض توضیحات کے ضمن میں			
۴۔	فلسفۂ سخت کوشی	چراغ حسن حسرت	نومبر۲۰۰۰ء	۲۹ تا ۳۴

☆ اکثر مضمون نگاروں نے فکرِ اقبال کے نتیجے میں پڑنے والے اثرات کو موضوع بنایا ہے۔ اسی سے متعلق تین مضامین درج ذیل ہیں:

۱۔	فلسفۂ اقبال اور فکرِ مغرب	پروفیسر شیخ عبد الرشید	اپریل ۱۹۹۷ء	۱۶ تا ۱۸
۲۔	کیا اقبال فلسفی تھے؟	پروفیسر ڈاکٹر سیّد عطاء الرحیم	اپریل ۲۰۰۰ء	۴۹ تا ۵۶
۳۔	پیروانِ اقبال	ڈاکٹر ظہور الدین احمد / نوید احمد گل	نومبر ۲۰۰۰ء	۵۵ تا ۶۴

☆ اقبال پر اعتراضات کا سلسلہ ان کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ جس میں زبان دانی کے علاوہ ان کی فکر اور شخصیت پر بھی نکتہ چینی کی گئی تھی۔ وقت گزرنے کے بعد اس میں اضافہ ہوا۔ ذیل میں ایسے ۸ مضامین کی فہرست دی جا رہی ہے:

۱۔	اقبال اور حافظ	کبیر احمد جائسی	ستمبر ۱۹۷۰ء	۴۵ تا ۵۶
	ایضاً	ایضاً	اکتوبر ۱۹۷۰ء	۴۱ تا ۵۰
	ایضاً	ایضاً	نومبر ۱۹۷۰ء	۵۱ تا ۵۶
۲۔	علّامہ اقبال پر محمد علی جوہر کے اعتراضات کا جائزہ	پروفیسر ایوب صابر	اپریل ۱۹۹۸ء	۸۳ تا ۹۰
۳۔	اقبال کی فارسی گوئی پر اعتراضات کا جائزہ	ایضاً	نومبر ۱۹۹۸ء	۳۱ تا ۳۷
۴۔	فکرِ اقبال محدود یا آفاقی؟	ایضاً	اپریل ۲۰۰۰ء	۴ تا ۲۶
۵۔	اقبال، ڈکنسن اور خواجہ حسن نظامی	شاہدہ یوسف	نومبر ۲۰۰۰ء	۶۵ تا ۷۳
۶۔	اقبال اور اس کے نکتہ چیں	پروفیسر سید آل احمد سرور	اپریل ۲۰۰۲ء	۴۹ تا ۶۹
	ایضاً	ایضاً	اپریل ۲۰۰۴ء	۵ تا ۲۳
۷۔	کیا اقبال کا تصورِ عشق غلط اور مبہم ہے؟	پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر	جون ۲۰۰۳ء	۱۹ تا ۳۵
۸۔	اقبال شناسی و ناشناسی	ولید انور	اپریل ۲۰۰۴ء	۲۵ تا ۴۴

☆ کلامِ اقبال کی آفاقیت کے پیشِ نظر مقامی زبانوں کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی زبانوں میں بھی وسیع پیمانے پر تراجم کیے گئے ہیں۔ مقامی زبانوں میں سندھی، پنجابی، براہوی، پشتو، سرائیکی، گجراتی وغیرہ جب کہ بین الاقوامی زبانوں میں مصری، جرمنی، ترکی، انگریزی، عربی، فارسی وغیرہم شامل ہیں۔ اس باب میں تراجمِ اقبال کے حوالے سے درج ذیل چار مضامین کا جائزہ لیا جا رہا ہے:

۱۔	کلامِ اقبال کے بعض منظوم اُردو تراجم	ڈاکٹر احمر رفاعی	نومبر ۱۹۷۷ء	۲۲۵ تا ۲۴۶
۲۔	علّامہ اقبال کی مشہور تصنیف ''بالِ جبریل'' کا پہلا ترجمہ	حسن چشتی	نومبر ۱۹۷۷ء	۱۷ اور ۲۷

۳۔ پیامِ مشرق		رضوی، وقار احمد	ایضاً	۱۳تا۱۹
۴۔ علامہ اقبال کے فارسی مجموعۂ کلام ''پیام مشرق'' سے کچھ نظموں اور ایک غزل کا منظوم اردو ترجمہ		افتخار احمد عدنی	اپریل ۱۹۹۹ء	۹تا۱۲
۵۔ علامہ اقبال کا مصری مترجم الشیخ الصاوی علی شعلان		پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد قریشی	اگست ۲۰۰۶ء	۸۰تا۸۲

☆ شاعری میں فنون لطیفہ کی اہمیت مسلّم ہے۔عبدالسلام ندوی کے مطابق: ''قومی زندگی کے مظاہر میں فنونِ لطیفہ کو خاص طور پر اہمیت حاصل ہے اس لیے ہر شاعر، ہر ادیب، ہر معمار اور ہر مصور کا کمال صرف یہ ہے کہ وہ اپنے مخصوص فن کے ذریعے سے اپنے دور کی قومی زندگی کے تمام خط وخال کو نمایاں کرے۔''[۲۱] ذیل میں اسی نوعیت کے تین مضامین شامل کیے گئے ہیں:

۱۔ فنونِ لطیفہ: اقبال کی نظر میں	آفتاب احمد نقوی	نومبر ۱۹۷۷ء	۹۹تا۱۰۴
۲۔ اقبال اور فنون لطیفہ	اسلوب احمد انصاری	نومبر ۱۹۹۶ء	۵تا۱۹
۳۔ ادب اور فنون لطیفہ سے متعلق اقبال کے مؤقف کا مطالعہ	نورینہ تحریم بابر	اپریل ۱۹۹۹ء	۴۶تا۵۴

☆ اس باب میں سات مضامین پیش کیے جارہے ہیں جو اقبال شناس اور اقبال شناسی سے متعلق ہیں:

۱۔ سیّد وقار عظیم سے اقبالیات پر ایک مصاحبہ	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی	اپریل ۱۹۸۸ء	۳۷تا۴۵
۲۔ ڈاکٹر محمد ریاض، ایک ہمہ جہت اقبال شناس	ایضاً	مئی ۱۹۹۷ء	۶۰تا۶۳
۳۔ عبدالقوی دِسنوی: ایک اقبال شناس	ایضاً	مارچ ۱۹۹۹ء	۳۸تا۴۲
۴۔ عاشقِ اقبال: میکش	ڈاکٹر محمد صالح طاہر	اپریل ۲۰۰۰ء	۵۷تا۶۵
۵۔ قرۃ العین حیدر کی نظر میں علامہ اقبال	نسیم عباس چوہدری	اپریل ۲۰۰۴ء	۴۵تا۵۴
۶۔ سیّد مصلح الدین سعدی: ایک اقبال شناس	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی	اپریل ۲۰۰۵ء	۵۵تا۵۷
۷۔ علامہ اقبال ایرانی دانشوروں کی نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر سیّد اقبال محسن	ستمبر ۲۰۰۵ء	۳۷اور۳۸

☆ اقبال کا مقام بہ حیثیت شاعر، فلسفی، مدبر اور مفکر اسلام کی ہے یہ تمام خصوصیات سنجیدگی طبع پر دلالت کرتی ہیں تاہم ان کے ہاں شوخی اور طنز وظرافت بھی پائی جاتی ہے۔اسی سے متعلق ۳ مضامین کی نشان دہی کی جاتی ہے:

۱۔ کلامِ اقبال میں طنز ومزاح کا عنصر	یوسف عزیز	نومبر ۱۹۷۷ء	۲۴۷تا۲۵۲
۲۔ علامہ اقبال کی ظرافت	سرور انبالوی	نومبر ۱۹۸۳ء	۳۶تا۴۱
۳۔ ایضاً	نثار احمد مرزا	اپریل ۱۹۹۷ء	۳۱تا۳۷

اقبال کی مذکورہ جہات پر اظہارِ خیال کے لیے بہت وقت اور صفحات درکار ہیں اس لیے سردست اقبال کے تعلیمی نظریات پر لکھے گئے درج ذیل مضامین کا مطالعہ پیش کیا جارہا ہے تا کہ کسی حد تک یہ اندازہ ہوجائے کہ ماہ نامہ ''قومی زبان'' میں شائع ہونے

والے مضامین کا معیار اور اس ذخیرۂ علمی کی کیا اہمیت ہے؟

(ح)

اقبال کے تعلیمی نظریات پر شائع ہونے والا پہلا مضمون ڈاکٹر خان رشید (مرحوم، کا شمار سندھ یونیورسٹی کے ممتاز پروفیسر میں ہوتا تھا) کا ہے۔ اس کا عنوان ''اقبال اور تعلیم'' ہے، جب کہ ابتدا سے نومبر ۲۰۰۶ء تک کے عرصے میں اقبال کے تعلیمی نظریات پر شائع ہونے والے درج ذیل مضامین کی تعداد ۱۵ ہے:

شمار	عنوان	مضمون نگار کا نام	ماہ و سال	صفحہ نمبر
۱۔	اقبال اور تعلیم	ڈاکٹر خان رشید	نومبر ۱۹۷۶ء	۵تا۹
۲۔	علّامہ اقبال اور تعلیم	توقیر صدیقی	اپریل ۱۹۷۷ء	۲۷تا۲۹
۳۔	اقبال کے کلام میں تعلیمی عناصر	ڈاکٹر صدیقہ ارمان	نومبر ۱۹۷۷ء	۱۶۱تا۱۸۰
۴۔	اقبال بہ حیثیت معلّم	یوسف عزیز	دسمبر ۱۹۷۷ء	۳۶تا۴۰
۵۔	اقبال کا نظریۂ تعلیم (مکاتیب و کلامِ اقبال کی روشنی میں)	سعدیہ نسیم	جون ۱۹۷۸ء	۳۳تا۴۴
۶۔	قائداعظم	ابوالفضل صدیقی	ایضاً	۴۵تا۴۵
۷۔	اقبال کا نظریۂ علم	صوفیہ رفعت	اپریل ۱۹۷۹ء	۴۸تا۵۷
۸۔	اقبال اور تعلیم	نوید ظفر	نومبر ۱۹۷۹ء	۴۲تا۴۶
۹۔	علّامہ اقبال کے تعلیمی افکار	شاہدہ چوہدری	دسمبر ۱۹۷۹ء	۴۵تا۴۷
۱۰۔	تعلیم اور اقبال	فہمیدہ عتیق	جولائی ۱۹۸۶ء	۶۹تا۷۳
۱۱۔	علّامہ اقبال بحیثیت ماہرِ تعلیم	رفیق محمد خاں	جولائی ۱۹۸۷ء	۷۷تا۸۲
۱۲۔	اقبال کا تصوّرِ علم	ڈاکٹر شفیق احمد	اپریل ۱۹۹۱ء	۲۹تا۳۴
۱۳۔	جدید علوم کی اسلامائزیشن فکرِ اقبال کے تناظر میں	پروفیسر شاہدہ یوسف	اپریل ۱۹۹۶ء	۵تا۲۱
۱۴۔	علّامہ اقبال کے تعلیمی نظریات	پروفیسر انجم بانو کاظمی	نومبر ۱۹۹۹ء	۵۵تا۶۳
۱۵۔	اقبال کا نظریۂ علم	سیدہ عظمیٰ گیلانی	نومبر ۲۰۰۶ء	۵۳تا۶۱

(ا)

افلاطون، ارسطو، سرسید، شبلی وغیرہ کی طرح اقبال کے ہاں بھی تعلیمی نظریات ملتے ہیں، مضمون ''اقبال اور تعلیم'' میں ڈاکٹر خان رشید نے اقبال کے تعلیمی نظریات پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اقبال ایسی تعلیم کے حامی تھے جو مسلمانوں کو اسلام کے روحانی رشتے سے دور نہ کرے اور یہ کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو صنعت و حرفت پر بھی توجہ دینی چاہیے۔

ڈاکٹر خان رشید، فرمودات اقبال کے تناظر میں پاکستان میں تعلیم کی ناگفتہ بہ حالت کا ذکر کرتے ہیں اور موجودہ تعلیمی نظام میں اقبال کے نظریۂ تعلیم کو غیر حاضر تصور کرتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک مسلمان قوم کی سب سے اہم عمرانی ضرورت اور مذہب و اخلاق ہیں اُن کے نزدیک جدید تعلیم کی سب سے بڑی خرابی یہی ہے کہ وہ مذہب و اخلاق سے بے گانہ کرتی ہے۔ اسے یہ نہیں پتا کہ تعلیم کے حوالے سے ہمارا مذہب اور رسول ﷺ کیا حکم دیتے ہیں؟ اقبال نے جب سرسید کے نظریۂ تعلیم اور مساعی کے نتائج دیکھے تو چونک پڑے اور برملا سرسید کے طریق سے اختلاف کیا، ایسے میں انھیں اکبرالہ آبادی کی بالغ نظری پسند آئی کیوں کہ یہاں قوم کو جدید تعلیم سے دور رکھنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔ اکبر کے نزدیک سرسید جدید تعلیم کی آڑ میں انگریزی ثقافت کو پروان چڑھا رہے تھے ایسے میں مسلمان دین اور دنیا دونوں میں ناکام ہوتے۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر اقبال سخت مضطرب تھے اور مسلمانوں کی تعلیم کا ایسا بندوبست چاہتے تھے جہاں وہ دنیاوی و اخروی سرخروئی حاصل کر سکیں۔

اقبال نے تعلیم کی اخلاقی اور معاشی دونوں ضروریات کے پیشِ نظر ہی مذہبی اور صنعتی تعلیم کو اہمیت دی ہے اور اُسے نظامِ تعلیم کے لیے ناگزیر اور لازمی قرار دیا، اس کے لیے وہ محنت، سخت کوشی اور جدوجہد کا درس دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو چوں کہ دنیا کی امامت کرنی ہے اس لیے انھیں تعلیم کی اہمیت کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اصلاح کے عمل کو اپنانا چاہیے۔

ڈاکٹر خان رشید نے اقبال کے تعلیمی نظریات کو مختصر مضمون میں پیش کیا ہے جس میں اقبال کے تعلیمی نظریات کے ساتھ ساتھ ان کے دیگر فلسفیانہ پہلوؤں کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے۔

(۲)

توقیر صدیقی نے مضمون ''علامہ اقبال اور تعلیم'' میں اقبال کے نظریۂ تعلیم کو چار عناصر پر مشتمل قرار دیا ہے:

حقیقت کی تلاش۔ خودی کی پرورش۔ مقصدِ زندگی کا تعین۔ اسلامی اجتماعیت سے ربط و وفاداری۔

وہ لکھتے ہیں کہ ایک طالب علم کا فرض ہے کہ وہ مسلسل کوشش میں رہے، تحقیق و تفتیش اس کا نصب العین ہونا چاہیے، یہی حقیقی تعلیم ہے۔ اقبال کے نزدیک اگر ایک طالب علم ان نکات کو پیشِ نظر رکھ کر تعلیم حاصل کرے گا تو اس کے بعد ''خودی'' کا مرحلہ آئے گا یہ ''خودی'' ہی ہے جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس مرحلے کے بعد وہ دوسروں کے لیے بھی فائدہ مند بن جاتا ہے۔ تخلیقی صلاحیتوں کا تمام دارومدار انسان کے اندر ''خودی'' اور فکر و عمل کی موجودگی سے ہی مشروط ہے۔ جب انسان ''خودی'' کے ساتھ مسلسل جدوجہد جاری رکھتا ہے تو نئی راہیں کھلتی ہیں اور منزل سامنے آ جاتی ہے۔

اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ تحقیق، تفتیش، خودی اور مقصد کے ساتھ ساتھ ایک اہم جزو یہ بھی ہے کہ طالب علم اجتماعیت سے ربط و وفاداری کا امین بھی ہو، ورنہ ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ اقبال جس تعلیم کے خواہش مند تھے وہ انسان میں ''خودی'' کے جذبے کو فروغ دے کر اسے معاشرے کا اہم اور فعال کردار بناتی ہے جس سے دیگر افراد بھی فیض یاب ہوتے ہیں اور

ایک مثالی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

(۳)

ڈاکٹر صدیقہ ارمان مضمون ''اقبال کے کلام میں تعلیمی عناصر'' کا آغاز، چند مشاہیر کی آرا سے کرتی ہیں۔ جنھوں نے تعلیم کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ان میں اسپارٹا، سقراط، افلاطون، ارسطو، جین ژیک، بقانوری، بربرٹ سپنسر اور جان ڈیوی شامل ہیں۔ پھر ان کی آرا کا اقبال کے تعلیمی نظریات سے تقابل کیا ہے۔ اقبال اسلامی طرز و فکر کے تحت تعلیمی خیالات کے حامل تھے ان کے نزدیک اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے سب سے پہلے تعلیم کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور اس کے حصول کی ترغیب، قرآن وحدیث میں بھی بار ہا دی گئی ہے۔ اسلام نے مرد و عورت دونوں کو تعلیم کے کا پابند بنایا ہے جس کے لیے ہر تکلیف برداشت کرنے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔

اقبال ایسی تعلیم کے حامی ہیں جس کی تشریح حضرت محمد ﷺ نے کی اور پھر صحابہؓ نے اس پر عمل کیا۔ جستجو، غور و فکر اسلام کا تحفہ ہے جس پر عمل کر کے ہر انسان صراطِ مستقیم حاصل کر سکتا ہے۔ یہی وہ نظامِ تعلیم ہے جسے آپ ﷺ نے ایک اسلامی معاشرے کی اساس قرار دیا ہے۔ اقبال کے کلام کا جو حصہ تعلیم کے ضمن میں آتا ہے وہ ان کے مقصدِ تعلیم کی بین دلیل ہے۔ ان کے کلام کے کسی حصے میں یہ بات کنایتاً بھی نہیں ملتی کہ تعلیم جیسے اعلیٰ ارفع عمل کو محض ڈگریوں اور معاش کا ذریعہ بنا کر ضائع کر دیا جائے۔ اس ضمن میں کلامِ اقبال سے اشعار پیش کیے گئے ہیں۔

مضمون کا حاصل یہ ہے کہ اقبال کی تعلیمی سوچ دیگر مشاہرین سے مختلف اور معتبر ہے۔ جس میں خالصتاً تعمیری پہلو نمایاں ہے۔ اقبال جیسا تعلیمی نظام چاہتے تھے وہ صرف اور صرف اس صورت میں ممکن ہے جب معاشرے میں حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہو۔ ایک پکے سچے مسلمان اور محبِّ رسول ﷺ ہونے کے ناطے آپ جب بھی تعلیم کی بات کرتے تھے تو اس سے مراد ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرنا تھی جہاں شریعت محمدی ﷺ اصل روح کی ساتھ موجود ہو، گویا وہ تعلیم کو دین سے علاحدہ نہیں بلکہ لازم و ملزوم قرار دیتے ہیں۔

(۴)

اقبال نے بہ حیثیت معلم کئی سال فرائض انجام دیے تھے زیرِ تبصرہ مضمون ''اقبال بہ حیثیت معلّم'' میں یوسف عزیز نے اقبال کے دورانِ ملازمت پیش آنے والے واقعات کی روشنی میں بہ حیثیت استاد ان کے کردار کا جائزہ لیا ہے۔

اقبال ۱۳ مئی ۱۸۹۹ء کو اورینٹل کالج لاہور میں بہ حیثیت ''میکلوڈ عربک ریڈر'' تعینات ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب اقبال کے شفیق استاد پروفیسر آرنلڈ اسی کالج کے پرنسپل تھے۔ اُنھوں نے اس کالج میں چار سال کام کیا اور ۷۳ روپے ماہوار تنخواہ وصول کرتے رہے۔ یہاں بی۔ او۔ ایل اور انٹرمیڈیٹ (سال اول و دوم) کی جماعتوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ نظام الاوقات میں جو مضامین تدریس، نصابی کتب اور اوقات کاران کے ذمے تھے ان کی تفصیل بھی پیش کی گئی ہے۔ یہاں سے سبک دوش ہونے کے بعد اقبال کا

تقرر بطور اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور میں ۳؍جون ۱۹۰۳ء کو ہوا اور اس منصب پر ۲ سال فائز رہے پھر ۱۹۰۵ء میں تین سال کی رخصت لے کر اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان روانہ ہو گئے۔ ۱۹۰۸ء میں واپس آئے پہلے وکالت شروع کی مگر تھوڑے عرصہ بعد ۸؍مئی ۱۹۰۹ء کو گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کے معلم کی حیثیت سے تقرری حاصل کی اور ڈیڑھ سال بعد کالج پرنسپل کے نازیبا رویے کی بنا پر استعفا دے دیا۔ یہاں یوسف عزیز نے گورنمنٹ کالج کے تین شاگردوں کے تاثرات بھی پیش کیے ہیں جو اقبال کے شاگرد تھے۔ اُن میں اردو کے مشہور ناول نگار ایم اسلم، محمد افضل حسین (سابق پرنسپل پنجاب زراعتی کالج فیصل آباد) اور پروفیسر خادم حسین شامل ہیں۔ ان تاثرات کا حاصل یہ ہے کہ اقبال ایک محنتی استاد تھے۔ پابندی وقت کا خیال رکھتے تھے۔ دیگر اساتذہ کی نسبت کالج میں خاموش رہتے۔ فلسفہ، انگریزی نثر و شاعری، مختلف کلاسوں کو پڑھایا کرتے تھے، پڑھانے کا دل نشین انداز اور مضمون پر گرفت کی وجہ سے آپ کی کلاس بھری رہتی تھی آپ اپنے وقت کے عظیم فلسفی و ملی شاعر تھے۔ اس لیے طالب علم ذوق وشوق سے آپ کی کلاس میں آیا کرتے تھے۔ آپ لیکچر دینے کے لیے مکمل تیاری کے ساتھ آتے اور ہر وقت کلاس کے لیے تیار رہتے، جو پڑھاتے وہ اردو، پنجابی اور انگریزی زبان میں بھی ترجمہ کرتے جاتے۔ طالب علم ان کے بتائے ہوئے خاص نکات کو نوٹ کر لیتے اور گھر جا کر ان کو خوش خط لکھ لیتے تھے اس طرح ان کو اقبال کا لیکچر یاد ہو جاتا اور امتحان کے دنوں میں خاصی محنت سے بھی جان چھوٹ جاتی۔

اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ اقبال نے بہ حیثیت استاد جتنا عرصہ گزارا اس میں اپنے فرائض سے کبھی غافل نہ ہوئے، ایمان داری، تندہی، محنت، جوش، جذبے کے ساتھ ساتھ، طالب علموں کو مستقبل کے چیلنجز سے بھی باخبر رکھا تا کہ وہ بہترین شہری بن سکیں۔

بہ حیثیت مجموعی یہ اپنی نوعیت کا پہلا مضمون ہے جو ''قومی زبان'' میں شائع ہوا جس میں بہ حیثیت معلّم اقبال کی شخصیت کو موضوع بنایا گیا ہے۔

(۵)

اقبال کے تعلیمی نظریات ان کے کلام کے ساتھ ساتھ ان کے مکاتیب میں بھی پائے جاتے ہیں، پروفیسر ڈاکٹر سعدیہ نسیم (سابقہ صدر شعبۂ اُردو، سندھ یونیورسٹی) نے مضمون ''اقبال کا نظریۂ تعلیم (مکاتیب وکلام اقبال کی روشنی میں)'' میں مکاتیب کی روشنی میں اقبال کے نظریۂ تعلیم کو پیش کیا ہے جس میں اقبال کے بارہ (۱۲) اشخاص کو لکھے گئے خطوط کے حوالے موجود ہیں۔ یہ خطوط غلام السیدین، صوفی غلام مصطفےٰ تبسم، مولوی ظفر احمد صدیقی، مولوی سراج الدین صاحب پال، سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر نکلسن، حافظ محمد افضال الرحمان انصاری، مولوی مسعود عالم صاحب ندوی، سید راس مسعود، شیخ محمد عبداللہ کشمیری، اکبرالہ آبادی اور محمد اسلم جیراج پوری کے نام تھے۔

ڈاکٹر نسیم کے مطابق اقبال کے تعلیمی نظریات ان کے خطبات میں بھی نظر آتے ہیں جن میں مسلمانوں کی تعلیمی اصلاح پر سیر حاصل بحث کر کے وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ موجودہ تعلیم نے دینی جذبات واحساسات کو ٹھیس پہنچائی ہے، اقبال کے نزدیک

مستشرقین کا کردار بھی مشکوک ہے کیوں کہ انھوں نے جدید تعلیم کے بہانے ایسی باتوں کو فروغ دیا جس کا مقصد مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرنا تھا۔ مثلاً آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو مختلف طریقوں سے ہدف بنا کر مسلمانوں کے دلوں سے آپ ﷺ کی محبت ختم کرنے کی سازش کی۔ جدید تعلیم کا مقصد مستشرقین کی نظر میں یہ ہے کہ مسلمان پڑھ لکھ کر ہندوستانی، جب کہ سوچ کے اعتبار سے مغربی اذہان رکھتا ہو جب کہ مسلمانوں کا نظریۂ تعلیم ناکام اسی لیے ہے کہ وہ مغربی علوم سے ناواقف ہیں۔ تعلیم کا مقصد محض یہ نہیں کہ ظاہری عادات واطوار کو شائستہ ونفیس بنایا جائے بلکہ اقبال کے نزدیک اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے اندر کی پوشیدہ قوتوں اور صلاحیتوں کو بیدار کرے، جب ایک طالب علم، خودشناسی کے عمل سے گزرے گا تو اس کے اندر مصائب وآلام اور دیگر کٹھن حالات سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔

اقبال تعلیم کے ساتھ تربیت کے بھی قائل ہیں اور انھیں لازم وملزوم سمجھتے ہیں ''ضربِ کلیم'' میں ایک پورا باب تعلیم وتربیت کے عنوان سے قائم کیا گیا ہے۔ اقبال مسلمانوں میں مذہب سے بڑھتی ہوئی بیگانگی پر سخت مضطرب تھے۔

مسلمانوں کو توحید کے پرچم تلے جمع ہوتے دیکھ کر اقبال بھی ایک عالمگیر تصور اتحادِ اسلام (Pan-Islamism) کی تحریک سے وابستہ ہوئے اور اپنی نظم ''شمع وشاعر'' میں پہلی بار ''فلسفۂ خودی'' پیش کیا تا کہ مسلمان عرفانِ ذات سے آگاہ ہو سکیں۔ اقبال کے نزدیک مسلمانوں کا ایک اہم مسئلہ توحید پر عمل کا نہ ہونا بھی ہے۔

اقبال کے تعلیمی نظریات دیگر مفکرین سے متصادم بھی نظر آتے ہیں تاہم وہ اپنی رائے کو مفید بنا کر طالب علم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

اقبال مسلمانوں کو تن آسانی اور بے عملی سے دور کر کے ان میں حرکت وعمل دیکھنا چاہتے ہیں، مسلمانوں کو شاہین سے تشبیہ دے کر ان کے اندر ہمت وحوصلہ پروان چڑھاتے ہیں۔ اسی طرح ''تصوف'' بھی ان کا خاص موضوع رہا ہے۔ وہ ''تصوف'' کو علم کا ہی حصہ سمجھتے ہیں لیکن اس کی بعض اشکال سے اتفاق نہیں کرتے، اقبال، تعلیم نسواں کے خلاف نہیں ہیں تاہم عورت کو دین سے غافل دیکھنا نہیں چاہتے۔ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں اپنی رہنمائی کو پیش نظر رکھا جائے۔

اقبال کے نزدیک زندگی اور کائنات ایک امتحان گاہ ہیں جہاں انسان کے لیے قدم قدم پر آزمائشیں ہیں، ان سے نمٹنے کا واحد حل یہ ہے کہ قوم کی تعلیم وتربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ شروع ہی سے سخت کوشی کی خوگر ہو جائے۔ انگریزی تعلیم کا حصول موجودہ دور کا اہم تقاضا ہے لیکن یہ مسلمانوں کو ان کے دین سے دور کرنے کی ایک سازش بھی ہے۔ تعلیم کوئی بری چیز نہیں ہے ضرور حاصل کی جائے لیکن ساتھ ساتھ مذہب سے تعلق بھی استوار رہنا چاہیے ورنہ یہ علم باعث زحمت بن جائے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مسلمان، اسلام کے عالمگیر اصولوں کو عام کریں اور اپنے کردار وعمل سے اسلامی تعلیمات کو اس طرح پیش کریں کہ دیگر مذاہب کے لوگ اس کی تقلید پر مجبور ہو جائیں۔ اقبال کے دوسرے افکار ونظریات کی طرح ان کے نظریۂ تعلیم کی

بنیاد بھی دین و مذہب پر ہے۔ علم کو مسلمان کرنے کی اصطلاح استعمال کر کے گویا انھوں نے ''علم'' سے متعلق مذہبی احکامات کی نہایت مختصر اور جامع تشریح کی ہے یعنی علم حاصل کرنا بری بات نہیں ہے لیکن اسے انسانی فلاح و بہبود اور اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جانا چاہیے۔

(۶)

یہ مفصل مضمون بعنوان'' قائداعظمؒ'' ابوالفضل صدیقی نے تحریر کیا ہے۔ ابتدا میں قائد اعظم اور ان کے رفقا کا ذکر ہے۔ پھر کلامِ اقبال سے انتخاب کرتے ہوئے ان کے تعلیمی نظریات وفلسفے پر بحث کی گئی ہے جس کے مطابق بقائے شخص اور علو و ارتقا کے حصول کی آرزو کے ساتھ ساتھ اقبال نے تصادم کو لازمۂ حیات قرار دیا ہے یہی ان کا وہ فلسفہ سخت کوشی ہے جس کی وہ تمام طالب علموں اور بالعموم تمام مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک انسانیت کی تکمیل اسی تصادم کے باعث ہوتی ہے۔ جس انسان میں مزاحم قوتوں سے ٹکرانے اور مقابلہ کرنے کا جذبہ نہ ہو وہ اپنی زندگی کا ثبوت دینے سے معذور ہے۔ اقبال کبھی راہبانہ زندگی کے حامی نہیں رہے۔ ان کے تعلیمی نظریات شاعری کے علاوہ ان کے خطبات میں بھی موجود ہیں، جن میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اسلامی درس گاہوں کو نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت کے لیے ایسا لائحۂ عمل ترتیب دینا چاہیے جس سے مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ مذہبی عقائد اور سلف کی تاریخ سے بھی آگاہ ہو سکیں اور اپنی انفرادیت یا قومی تشخص کو برقرار رکھ سکیں۔

(۷)

یہ دس صفحات پر مشتمل مضمون بعنوان ''اقبال کا نظریۂ علم'' ہے جس میں صوفیہ رفعت نے اقبال کے نظریۂ علم کو پیش کیا ہے۔ وہ رقم طراز ہیں کہ اقبال کے نزدیک جدید تعلیم اور سائنسی علوم کی وقعت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک اس میں روحانیت شامل نہ ہو۔ روحانیت عام روایتی صوفیانہ اقدار کی حامل نہ ہو۔ اقبال جدید سائنس کے علوم کے حصول کو جائز سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان ان حقائق کو بھی جان لیں جو مناظر قدرت میں پوشیدہ ہیں۔ وہ مادیت کو روحانیت کے ساتھ دیکھنے کے خواہش مند ہیں، مسلمانوں کو ہر میدان میں ترقی کرتے دیکھنا چاہتے ہیں اور ایسے علم کے خلاف ہیں، جو سوچ اور فکر پر راغب کرنے کے بجائے عیش پرستی پر قائل کرلے۔ وہ اوّل الذکر علم کو اعلیٰ جانتے ہوئے ''خودی'' کو لازمی گردانتے ہیں اور جدید سائنسی علوم کی اچھی باتوں کو اپنانے کے حق میں ہیں۔ اقبال کے نزدیک جب آپ ﷺ خود اللہ سے دعا گو ہوں کہ ''اے خدا مجھے اشیا کی حقیقت کا علم فرما'' تو ہمیں بھی یہ جستجو رکھنی چاہیے۔ اس لیے اللہ قرآن میں بھی غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ خطبات اقبال میں بھی اسی پر زور دیا گیا ہے۔ اقبال کا اس بات پر کامل یقین تھا کہ ایمان اور عقل کے باہمی ملاپ سے انسان اس دولت بے بہا سے فیض یاب ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ ایک نئی دنیا تعمیر کرسکتا ہے۔

اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان مغرب کی چکا چوند، ترقی وخوشحالی سے متاثر ہیں، جب کہ یورپ خود اپنی روحانی اقدار کھو رہا ہے وہاں کی تہذیب کھوکھلی ہو چکی ہے جو کسی بھی وقت زمین بوس ہو جائے گی۔ وہاں کے لوگوں کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ مادی ترقی اور سائنسی علوم میں مہارت کے لیے ہمیں مذہب کو چھوڑنا ہوگا کیوں کہ مذہب اس طرح کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے، اقبال اسی

رجحان کو مسلمانوں کے اندر بھی پنپتا ہوا دیکھ رہے تھے اور مسلمانوں کو ایسی ترغیب سے بچانا چاہتے تھے۔

الغرض مضمون نگار نے اپنے طور پر اقبال کے نظریۂ علم کی تفہیم عمدگی سے کی ہے ان کا یہ مضمون دل چسپ تو ہے لیکن بات اقبال شناسی سے آگے نکل گئی ہے۔

(۸)

مضمون ''اقبال اور تعلیم'' میں نوید ظفر نے تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ دنیا میں انقلاب صرف تعلیم کی وجہ سے آئے ہیں اور ان انقلابات کے پیچھے ہمیشہ کسی فلسفی کی فکر کارفرما رہی ہے۔ وہ اقبال کی مکتب سے بیزاری کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ وہ فرنگی نظریۂ تعلیم سے نالاں تھے۔ وہ اپنے طالب علموں کے لیے ایسی تعلیم کے خواہاں تھے جو انھیں آزادی پر اکسائے، یہ آزادی محض زندگی تک محدود نہیں ہے بلکہ قبر کے معاملات پر بھی اثرانداز ہوتی ہے۔ اقبال کے حلقۂ سخن میں بیٹھنے کی شرط اگر فیضانِ نظر ہے تو اس کی انتہا اکتسابِ دین ہے یوں اقبال کا تمام تعلیمی نظام اسی نصاب سے آراستہ ہے۔

اقبال، تعلیم سے پہلے تربیت پر زور دیتے ہیں کیوں کہ تربیت کے بغیر تعلیم کا کوئی فائدہ نہیں۔ مضمون میں فلسفۂ خودی، فیضانِ نظر، آزادی، مکتب و جدید طرزِ تعلیم، عرفانِ ذات جیسے نکات کو بھی شامل کیا ہے اور اس ضمن میں کلامِ اقبال سے اشعار امثالاً پیش کیے ہیں۔

مضمون کا حاصل یہ ہے کہ اقبال کی تعلیم کا مرکز دین ہے ان کا اللہ پر یقین واضح و راسخ ہے وہ اپنے نظامِ تعلیم کو ''علم و فقر'' سے تشکیل دیتے ہیں، اس کے لیے ''خودی'' اور ''آزادی'' کی اہمیت سے بھی بخوبی واقف ہیں اور یہی جذبات مسلمانوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

اقبال کے تعلیمی نظریات کے ضمن میں یہ مضمون کلیدی حیثیت رکھتا ہے جس میں انتہائی جامع انداز سے مذکورہ پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ تاہم مضمون نگار کی اس بات سے کلی اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ پاکستان کا معرض وجود میں آنا اقبال ہی کی شاعری کا نتیجہ تھا۔

(۹)

شاہدہ چوہدری نے مضمون ''علامہ اقبال کے تعلیمی افکار'' میں اقبال کے تعلیمی افکار کا جائزہ لیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ اقبال ایک ایسے فلسفی تھے جن کی صلاحیتیں صرف غور و فکر تک ہی محدود نہیں تھیں بلکہ انھوں نے فلسفے کو زندگی کے عملی پہلو سے ہم آہنگ بھی کیا اور زندگی کے مسائل کو اپنی شاعری میں بھی جگہ دی۔

شاہدہ نے مضمون میں خواجہ غلام السیدین کی کتاب جو اقبال کے تعلیمی نظریات سے متعلق ہے کا حوالہ دیا ہے جس میں انھوں نے اقبال کے تعلیمی نظریات کو مکمل انسان کی تشکیل کا ذریعہ بتایا ہے۔ اس کے بعد اقبال کے تعلیمی نظریۂ خودی پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ پھر ''اقبال اور موجودہ تعلیم اور تعلیمی ادارے'' کے عنوان سے بنائے گئے پیراگراف میں ان کا کہنا ہے کہ اقبال، جدید تعلیم اور موجودہ تعلیمی اداروں سے شاکی نظر آتے ہیں ان کے نزدیک موجودہ طریقۂ تعلیم مسلمانوں کی قومی اور تاریخی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتا اور اس

جوش وولولے سے خالی ہے جو اسلامی تخیلات کا طرۂ امتیاز ہے۔اس کے بعد فیض احمد فیض کے خیالات پیش کیے ہیں جس میں اقبال کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جامعہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

مضمون نگار کا مزید کہنا ہے کہ مغرب، جس نے اپنی حکمت وتدبیر سے محکوم اقوام کے وسائل پر ڈاکا ڈالا، ترقی وخوش حالی کی راہ میں مذہب کو رکاوٹ جانا، اس کے بدلے میں آج وہاں پر معاشرتی برائیاں جنم لے چکی ہیں، یہ حقیقت ہے کہ جو قومیں اپنے حکومتی منشور میں مذہب کو اہمیت نہیں دیتیں وہاں اخلاق حسنہ کا دیوالیہ اسی طرح نکلتا ہے۔ اقبال نے اسکول کالج کی تعلیم پر بھی تنقید کی ہے۔ جہاں سے فارغ ہونے والے طالب علم اپنی تہذیب وثقافت سے لاعلم نظر آتے ہیں جہاں تعلیم کے ذریعے بنیادی مقصد سے انحراف کر کے خودی کی تعمیر کرنے کے بجائے اس کی نفی کی جارہی ہے۔

اس مضمون میں اقبال کے تعلیمی افکار کا بہت عمدگی سے تجزیہ کیا ہے، گوکہ مضمون مختصر ہے لیکن مذکورہ نظریات کو سہل اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ تعلیم کے بارے میں اقبال اپنی ایک مخصوص اور جداگانہ نکتۂ نظر رکھتے تھے جس کا ماخذ ''قرآن کریم'' ہے۔ آپ ایک ایسی تعلیم کے خواہاں تھے جو طالب علم کو ان کے اسلامی، ثقافتی وتہذیبی اقدار سے آشنائی دے۔ موجودہ تعلیم اور طریقۂ تعلیم دونوں تن پروری اور دنیا کمانے کا ذریعہ بن کے رہ گئے ہیں جس کی وجہ سے انسانی روح تشنہ ہوگئی ہے، انسان، انسانیت سے عاری ہوتا جارہا ہے۔ جدید تعلیم سے مادیت کو فروغ حاصل ہورہا ہے، ہر طرف نفسانفسی کا دور دورہ ہے، معاشرہ عدم توازن کی طرف گامزن ہے، دوریاں بڑھ رہی ہیں لہٰذا ان تمام مسائل کا حل صرف یہی ہے کہ اسلامی طریقۂ تعلیم کو اجاگر کیا جائے تاکہ تعلیمی نصاب میں روحانیت کو فروغ حاصل ہو۔اس طرح جملہ مسائل سے نمٹا جاسکتا ہے۔

(۱۰)

مضمون ''تعلیم اور اقبال'' میں فہمیدہ عتیق نے تمہیدی طور پر تعلیم کے مقصد کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔اُن کا کہنا ہے کہ تعلیم کا مقصد ہر دور میں مختلف رہا ہے، معاشرے میں ردوبدل کے نتیجے میں تعلیم ہی معاشرے کو بنانے اور سدھارنے کا کام کرتی ہے۔ اسلام سے پہلے کے مذاہب میں مذہبی تعلیم شرک وتوہم پر مبنی تھی ہر فرقہ اپنے عقیدے کا پرچار کرتا تھا۔ پھر مادیت پر زور دیا جانے لگا۔ روحانیت اور مابعدالطبیعیات کا واضح تصور اسلام ہی نے دیا۔ کسی بھی فلسفۂ حیات کا متحرک پہلو نظریۂ تعلیم ہوا کرتا ہے اسی کی روشنی میں مخصوص نظامِ تعلیم مرتب کیا جاتا ہے، ہمارا فلسفہ حیاتِ اسلامی ہے اس لیے ہمارا نظریۂ تعلیم بھی اسلامی ہونا چاہیے۔ اقبال کے نزدیک تعلیم فرد کی ''خودی'' اور مومن کی تشکیل کرتی ہے۔ مولانا مودودی کے مطابق اقبال مغرب جا کر ایک مکمل مسلمان بن گئے تھے اور کلی طور پر قرآن کے مطالعہ میں غرق ہوگئے تھے آپ کا تمام فکری وجود قرآن سے منسلک ہوگیا تھا، سوچ اور سمجھ قرآن کے تابع ہوگئی تھی۔ محترمہ کے مطابق اقبال کے نظریۂ تعلیم کے دوستون ہیں: ۱۔خودی ۲۔مومن۔

اگر مسلمان کو ترقی یافتہ قوموں کے دوش بدوش چلنا ہے تو انھیں ''خودی'' کے ساتھ ''مومن'' کی صفات کو اپنے اندر اجاگر کرنا ہوگا۔ اقبال کی سوچ، فکر، گہرائی محبت کی وسعت اور مقصد کی بلندی لیے ہوئے تھی۔ انھیں نکات کے نتیجے میں اقبال کی فکر کے چراغ

جلتے ہیں۔ یہ روشنیاں دراصل علم کی وہ روشنیاں ہیں جو قوم کی تعلیمی سوچ کو پروان چڑھاتی ہیں۔ انھوں نے اقبال کے ایک خط کا حوالہ دیا ہے جس کے مطابق: ''علم سے مراد وہ علم ہے جس کا دارومدار ''حواس'' پر ہے عام طور پر میں نے علم کا لفظ انھی معنوں میں استعمال کیا ہے اس سے ایک طبعی قوت یاد آتی ہے جس کو دین کے ماتحت رہنا چاہیے اگر دین کے ماتحت نہ رہے تو محض شیطنت ہے۔''۲۲

اقبال کو جدید تعلیم سے یہ گلہ ہے کہ یہ صرف تعلیم پر توجہ دیتی ہے اخلاقی اقدار اور کردار سازی نہیں کرتی۔ محترمہ کے نزدیک ہر نظریۂ تعلیم اور اس کی تعلیمی منصوبہ بندی کے نتائج ۱۵، ۲۰ سال بعد ظاہر ہوتے ہیں اسی لیے اقبال کا یہ موقف ہے کہ موجودہ نسل کو اگر صحیح تعلیم دی جائے تو ایک بہترین معاشرہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ وہ سائنس کی تعلیم کو اسلام سے نزدیک تر تسلیم کرتے ہیں۔

اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ اقبال کے نزدیک تعلیم انسان کے اندر ''خودی'' کا جذبہ بیدار کرتی ہے جو ایک ''مومن'' کی تشکیل میں اہم کردار کرتی ہے۔ یہاں ''فرد''، غیر مسلم اور ''مومن'' ایک مسلمان کے لیے استعمال کیا گیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اقبال کا تصورِ تعلیم صرف مسلمانوں تک محدود نہیں ہے۔ اس مضمون میں اقبال کے جس خط کا حوالہ دیا گیا ہے اس کی روشنی میں ان کے تعلیمی افکار کو بہتر انداز میں سمجھا جا سکتا ہے۔ اقبال جدید تعلیم سے محض اس لیے نالاں ہیں کہ یہ انسان کا کردار بنانے سے قاصر ہے۔

فہمیدہ عتیق نے اس مضمون میں ایک جگہ لکھا ہے کہ علامہ اقبال کو جدید ماہرینِ تعلیم، روسو، پستالوزی یا جان ڈیوی کی طرح تو متعارف نہیں کرایا جا سکتا مگر اُن کے تعلیمی نظریات کو نظر انداز بھی نہیں کر سکتے۔

بہ حیثیت مجموعی یہ مضمون تعلیم کے بارے میں اقبال کے خیالات و افکار پر مشتمل ہے۔ جسے ان کے اشعار اور دیگر حوالوں سے مزین کیا گیا ہے۔ مضمون گو کہ مختصر ہے لیکن اس میں مضمون نگار کی اقبال کے تعلیمی نظریات سے متعلق ایک مدلل رائے آ گئی ہے۔

(۱۱)

مضمون ''علامہ اقبال بحیثیت ماہر تعلیم'' میں رفیق محمد خان نے اقبال کو ماہرِ تعلیم قرار دیتے ہوئے اُن کے تعلیمی خیالات کا جائزہ لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اقبال کئی سال تدریس سے وابستہ رہے۔ اس دوران انھوں نے تعلیمی نظام میں موجود کوتاہیاں محسوس کیں اور انھیں دور کرنے کے لیے تجاویز بھی پیش کیں۔ اقبال نے اپنے تعلیمی نظام کی تشکیل بچپن سے جوانی تک کے عرصے کو سامنے رکھ کر کی جس میں مختلف ادوار آتے ہیں یہ ادوار اپنے اندر جو محرکات رکھتے ہیں دراصل انھیں کی روشنی میں ایک بہترین نظام تعلیم تیار کیا جا سکتا ہے۔ صاحب مضمون نے اِن نکات کے ذریعے اقبال کے تعلیمی نظام کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے: بچے کا بچپن، مکتبی یا مدرسے کا دور، کالج کا دور، علم کی حیثیت، امتحان کا تصور اور تعلیمِ نسواں۔ اقبال نے مذکورہ تمام نکات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے کیوں کہ ان کے بغیر ایک مناسب تعلیمی نظام قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اقبال کے نزدیک تعلیم انفرادی صلاحیتوں کو روشن کرتی ہے، بین الاقوامی انسانی اخوت و مروت کا درس دیتی ہے اور نوجوانوں میں اخلاقی اقدار کی تعمیر کرتی ہے۔

غرضیکہ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ اقبال کے نزدیک تعلیم کی اہمیت بہت زیادہ ہے اس ضمن میں ان کی نظر نومولود پر بھی تھی

جس کی تعلیم کی فکر میں رہتے ہیں اور جیسے جیسے یہ بچہ زندگی کے ادوار طے کرتا جاتا ہے اقبال قدم قدم پر اس کی رہنمائی کرتے چلے جاتے ہیں پھر وہی بچہ جب استاد بن جاتا ہے تو اسے بحیثیت معلم اس کے فرائض سے آگاہ کرتے ہیں، اقبال کی تعلیم کے بارے میں اتنی دل چسپی یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ ایک مکمل تعلیمی فلسفہ رکھتے تھے اور قوم کو اس پر عمل کی تلقین کرتے تھے تاکہ ایک بہترین معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

رفیق محمد خان نے اس مضمون میں اقبال کے تعلیمی نظریات کو نئے انداز سے پیش کیا ہے اس نوعیت کا مضمون مجلّہ ''قومی زبان'' میں اس سے قبل شائع نہیں ہوا۔ یوں اقبال شناسی کے ذیل میں یہ ایک اہم مضمون ہے۔

(۱۲)

ڈاکٹر شفیق احمد کے مضمون ''اقبال کا تصورِ علم'' میں پہلے تعلیم کی اہمیت اور پھر اقبال کے تصورِ علم کا جائزہ لیا گیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر بھی فوقیت دی ہے اسی طرح انسان میں بھی کم و بیش وہ تمام خصائل موجود ہیں جو فرشتوں کی فطرت میں شامل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ انسان علم سیکھنا چاہتا ہے جب کہ دیگر مخلوقات کا علم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ گویا حصولِ علم کی خواہش نے ہی انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی کا تعلق بھی علم سے ہی ہے۔

اقبال اپنے تعلیمی نظریات، قرآن میں بتائے گئے علم سے متعلق تین منابع یعنی تاریخ، مطالعۂ فطرت اور مشاہدہ باطن سے اخذ کرتے ہیں اگر یہ تینوں یک جا نہ ہوں یا ان میں کمی بیشی ہو جائے تو انسان محض ملّا، سائنس دان، مورخ تو بن جائے گا لیکن عالم و عارف نہیں بن سکتا۔ ''اقبال کے نزدیک محض عقل کا عطا کردہ علم نہ صرف کافی ہے بلکہ یہ اکثر اوقات انسان کو اس کے اصل مقاصد سے بھٹکا بھی دیتا ہے۔''۲۳ جدید تعلیم ہوس ناکی اور انسانی ہلاکت کا سامان مہیا کرنے کے باعث مغربی تہذیب سے مماثلت رکھتی ہے اور ان علوم کو حاصل کرنے والا ''بیمار'' ہے۔ تعلیم کا ایسا حشر اس لیے ہوا کہ ایک تو اسے صرف مظاہر کا علم قرار دیا گیا دوسرے یہ کہ اسے عوام تربیتِ نفس اور ارتقائے شخصیت کا ذریعہ سمجھنے کی بجائے صرف دو وقت کی روٹی حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھنے لگی۔ اقبال کے نزدیک اگر علم کو انسان کی بہترین صفت اور اس کے اعلیٰ ترین شرف کے طور پر زندہ رکھنا ہے تو اسے کائنات کے ساتھ ساتھ مشاہدات باطن کے بھی تابع کرنا ہوگا۔ اقبال کا یہ ایمان ہے کہ علم اور عشق دو الگ چیزیں ہیں اور بہترین نتائج اسی وقت برآمد ہو سکتے ہیں جب ان دونوں کو یک جا کر کے ان کے تضادات کو حل کر لیا جائے تاکہ یہ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں۔

اس مضمون میں خالصتاً تحقیقی انداز اپنایا گیا ہے۔ ڈاکٹر شفیق احمد نے اقبال کے تعلیمی فلسفے کے اس نکتے کو پیشِ نظر رکھا ہے جس کا تعلق مذہب سے ہے۔ انھوں نے کلامِ اقبال میں موجود تعلیمی نظریات کو اقبال کی مجوزہ تعلیمی پالیسی قرار دیا ہے جس کے مطابق انسان کو وہ تعلیم حاصل کرنی چاہیے جو اس کی آخرت کی بہتری کی ضامن ہو یعنی ایک مکمل اسلامی تعلیمی نصاب کی تشکیل۔ اقبال اگرچہ موجودہ تعلیمی نظام سے ناخوش ہیں لیکن وہ اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمیں از سرِ نو جائزہ لے کر اپنی تعلیمی پالیسی مرتب کرنی چاہیے۔

اس مضمون میں اقبال کے تصورِ علم پر سیر حاصل بحث کر کے یہ واضح کیا ہے کہ اقبال ایک ایسی تعلیم کے حق میں ہیں جو کردار سازی

پر توجہ دے وہ جدید تعلیم کے بالکل بھی خلاف نہیں تاہم اسے مذہب کے زیر اثر رکھنا چاہتے ہیں تاکہ دینی حمیت کو کوئی گزند نہ پہنچے۔

(۱۳)

یہ ایک طویل مضمون بعنوان ''جدید علوم کی اسلامائزیشن فکرِ اقبال کے تناظر میں'' ہے جو موضوع کے لحاظ سے اچھوتا اور پر کشش ہے، پروفیسر شاہدہ یوسف نے اس مضمون میں فکرِ اقبال کو جدید علوم کی اسلامائزیشن کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔ اس مضمون کے خاص نکات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ کائنات میں مادے کی تسخیر و توسیع کے امکانات پر غور کرنے کا نام علم نہیں ہے بلکہ علوم سے انسان کی اجتماعی بصیرت و حیات کی تنقیح و تفسیر کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اقبال کے نزدیک جدید علوم کی کارکردگی محض عقلی زندگی کے ارتقا تک محدود نہیں بلکہ ان کا منصب انسان کی روحانی بالیدگی اور اخلاقی فضیلتوں کا تحفظ بھی ہے۔

۳۔ وہ خودی اور خود شناسی کی عرفانی منازل سے انسان کو بہرہ مند دیکھنا چاہتے ہیں۔ جدید ترقی نے انسان کو بے شمار مسائل سے بھی دوچار کیا ہے جن میں اخلاقی پستی و دیگر معاشرتی مسائل شامل ہیں۔ انسان مادے کی تسخیر کے جنون میں اپنی جذباتی کیفیات کو بھی ختم کر بیٹھا۔ جدید علوم کی اسلامائزیشن میں ہی عہد حاضر کے تمام فتنوں کا علاج پنہاں ہے۔ تمام تر پریشانیوں کا علاج اس بات میں ہے کہ ہر موضوع پر مذہب سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

۴۔ اقبال کے نزدیک علوم جدیدیہ اس وقت کارآمد ہو سکتے ہیں جب انھیں مسلمان کر لیا جائے۔ قرآن کریم تمام علوم کا سرچشمہ ہے ہر علم کا تعلق قرآن سے ہے۔ جدید علوم کی اسلامائزیشن حصول کمال کی طرف انسانیت کی پیش قدمی کا ذریعہ ہے۔ جو علم مذہبی اقدار کو آگے لے کر بڑھتا ہے وہی زندگی میں مثبت اقدار کا امین ہے اس کے برعکس جو علوم مذہبی مزاج سے الگ ہو کر اپنی راہیں نکالتے ہیں وہ مہیب اور گہری بے ضابطگیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۵۔ امریکا اور یورپ میں ایسا ہی ہوا جو عالمی تباہی پر منتج ہوا۔ اخلاق و اقدار کے اس موڑ پر جب ہر قدر مشتبہ ہو رہی ہے ایسے میں جدید علوم کی اسلامائزیشن ہی زندگی کو ایک روشن اور تابناک مستقبل دے سکتی ہے۔ علم میں لادینیت ایک نہ ختم ہونے والے معاشرتی خلفشار کو جنم دے سکتی ہے۔

۶۔ اقبال کے افکار جن میں جدید علوم کی اسلامائزیشن کے خیالات کو آج عالمی سطح پر پذیرائی مل رہی ہے کیوں کہ اس میں ایک اجتماعی نصب العین کارفرما ہے اور اس کا مآخذ قرآن پاک ہے۔ جدید علوم کی اسلامائزیشن کی افادیت کو علم و سائنس کے Genious اور تعلیمی اسکالر تسلیم کر چکے ہیں۔ اس لیے کہ جدید علوم کو مذہب کی سرپرستی میں لانا صرف مسلم معاشرے کے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی اب دین کو علوم کی نگرانی کا کام تفویض کرنے کو لازمی امر قرار دے رہے

ہیں۔اقبال جدید علوم کو استعماری طاقتوں کا اجارہ نہیں بلکہ مومن کا ورثہ سمجھتے ہیں۔جدید علوم کی اسلامائزیشن کے بعد جو منظر نامہ تیار ہوگا وہ مکمل طور پر انسانیت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہوگا۔

الغرض اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ جدید علوم کے بد اثرات سے انسانی زندگی کو شدید خطرات لاحق ہیں کیوں کہ ان اثرات سے معاشرے میں متعدد بیماریاں جنم لے چکی ہیں۔اسلامائزیشن سے مراد یہ ہے کہ تمام علوم کو مذہبِ اسلام کے زیرنگیں کر دیا جائے کیوں کہ جدید علوم کے خالق مسلمان ہیں اور مسلم معاشرے میں ان علوم کو دین کی کسوٹی پر پرکھتے رہنا چاہیے۔وقت کے تقاضوں کے تحت نظامِ تعلیم میں ترمیم و اضافے کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ مادی دنیا ایک ٹھوس اور زندہ حقیقت ہے تاہم ''خودی'' اور ''خودشناسی'' کی عرفانی منازل سے بھی انسان کو بے بہرہ نہیں ہونا چاہیے۔آج امتِ مسلمہ جن مسائل کا شکار ہے اس کا واحد حل علوم کی اسلامائزیشن میں پوشیدہ ہے۔ یہاں قرآن وحدیث کی روشنی میں اقبال کے فکر و عمل کی وضاحت کی گئی ہے۔ان کے نزدیک علوم کی اسلامائزیشن کے بعد ہی تعلیم کا اصل مقصد حاصل ہوگا اور حق و باطل کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

ماہ نامہ ''قومی زبان'' میں اس موضوع پر یہ پہلا مضمون ہے۔جس میں مختلف حوالوں سے موضوع کی افادیت واہمیت واضح کی گئی ہے۔ پروفیسر شاہدہ یوسف کے اس مضمون کی اہمیت سے کسی طور انکار نہیں کیا جا سکتا۔محترمہ کا یہ مضمون فکر اقبال کی ذیل میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔جس میں اقبال کے تعلیمی نظریات کو تمام علوم پر نافذ کرنے کی سفارش کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایسا ہونے پر ہم ترقی وخوش حالی کی منزل تیزی سے طے کریں گے جس سے ایک پر امن دنیا تشکیل دی جا سکے گی۔

(۱۴)

اقبال کے تعلیمی نظریات کے حوالے سے مضمون ''علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات'' کو پروفیسر انجم بانو کاظمی نے درج ذیل نکات میں تقسیم کیا ہے:

اقبال کے نزدیک مقصد تعلیم۔اقبال کے نزدیک طریقۂ تدریس۔ جہدِ مسلسل۔تعلیم فرد اور معاشرے کی درمیانی کڑی۔ اقبال کا تعلیمی نظریہ۔''فلسفۂ خودی'' کی روشنی میں ،تعلیم آزادی ضمیر کی محرک، انفرادیت کا ارتقا،تعلیم اور محنت کی عظمت۔اقبال اور نصاب تعلیم۔اقبال اور تعلیم نسواں۔

وہ رقم طراز ہیں کہ اقبال عالم انسانیت کے ان محسنوں میں سے ہیں جنھوں نے مردہ قوموں کے اندر صور پھونکا اور مشرقی اقوام کی بیداری میں بھرپور حصہ لیا جو مغرب کی استعماری اور استحصالی قوتوں کے نرغے میں تھیں۔ان کے نزدیک تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کو صرف عقل کا غلام نہ بنا دے، مادیت پرستی میں نہ الجھا دے بلکہ اس کے دل میں امید جگا دے،روحانی وجدانی سرور عطا کرے اور ذہن کو جلا بخشے۔اقبال کے فلسفۂ تعلیم کی بنیاد یہ ہے کہ وہ انسان کی صلاحیتوں، رجحانات، طاقت، جبلت کو بچپن سے پہچان لے اور ایک مکمل انسان بننے تک یہ اس کی خبرگیری کرتی رہے ایسا اُسی وقت ممکن ہوگا جب پورے نظام کی بنیاد اسلامی نظریۂ حیات وکائنات پر رکھی جائے۔جس سے وہ صفات پیدا ہو سکیں گی جو زندگی کے لیے لازمی ہیں۔موجودہ تعلیمی نظام فرد کو محض ذریعۂ معاش کا بندہ بناتا ہے

اور افکار کی دولت سے محروم کر دیتا ہے۔ طریقۂ تدریس کے حوالے سے بھی اقبال واضح نکتۂ نظر رکھتے تھے جس کے تحت وہ طالب علم میں علم کے حصول کی سچی لگن پیدا کرنے کے حق میں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ طالب علم میں علم کا شوق ابھارا جائے اور اسے تعلیم کی طرف مائل کیا جائے جس کے لیے علم بذریعہ عمل کی پالیسی کو اختیار کیا جائے اور اس کے لیے آپ ﷺ کی ذات اقدس بہترین نمونہ ہے۔

اقبال طالب علموں میں جہدِ مسلسل دیکھنا چاہتے تھے ان کا ''فلسفۂ خودی'' ان کے تعلیمی نظریات کی واضح تعریف کرتا ہے نیز وہ سمجھتے ہیں کہ تعلیم اگر محنت کی عظمت کا احساس دلا دیتی ہے تو وہ اہم ذمے داری پوری کر رہی ہے۔ پھر اقبال کے نصابِ تعلیم کے حوالے سے بات کی گئی ہے کہ وہ ایک مبسوط نصابِ تعلیم کی خواہش رکھتے تھے اقبال خواتین کی تعلیم کے حوالے سے موجودہ نظام کو پسند نہیں کرتے تھے کیوں کہ ان کی رائے میں موجودہ تعلیمی نظام نے خواتین کو دین سے بیگانہ کر دیا ہے۔ وہ واضح کرتی ہیں کہ انسان تعلیم کے مؤثر ہتھیار کے ساتھ ہی اس دنیا میں ہر مشکل کا سامنا کر سکتا ہے اور اقبال کا فلسفۂ تعلیم تمام عمومی تقاضوں پر پورا اترتا ہے۔

اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ اقبال قوم کے ہر فرد کو تعلیم سے بہرہ مند دیکھنا چاہتے ہیں، انھوں نے اپنی شاعری میں کئی جگہ تعلیم کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ وہ جدید تعلیم سے نفرت محض اس لیے کرتے ہیں کہ یہ تعلیم فرد کو مادہ پرست بنا رہی ہے جب کہ ان کا تصور اس کے برعکس ہے جو خالصتاً ایک اسلامی معاشرے کی عکاسی کرتی ہے۔

انجم بانو کاظمی نے اقبال کے تعلیمی نظریات کے جن نکات کو پیش کیا ہے وہ سب اقبال کی خالصتاً اسلامی نکتۂ نظر پر مبنی ہے جس کا ماخذ قرآن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اقبال کی مجوزہ تعلیمی پالیسی صرف اور صرف قرآن کی پیش کردہ اسلامی تعلیمات کے تناظر میں تشکیل دی جا سکتی ہے۔

(۱۵)

اقبال کا پہلا خطبہ تعلیم اور مذہبی تجربے سے متعلق ہے وہ اس خطبے کا آغاز ایسے تین اہم ترین سوالات سے کرتے ہیں جنھیں قدیم و جدید فکرِ انسانی میں مرکزی حیثیت حاصل ہے یہ سوالات کچھ اس نوعیت کے ہیں:

۱۔ ہماری جائے پیدائش یعنی اس کائنات کی عمومی ساخت کیا ہے؟ یہ کس نوعیت کی ہے اور یہ کیسے کام کرتی ہے یعنی اس کا کردار و رویہ کیا ہے؟ ۲۔ کیا اس کائنات کی تعمیر یا ساخت میں کوئی ایسا مستقل عنصر بھی موجود ہے کہ جس کا ذوق نمود ذرہ ذرہ محوِ خودنمائی ہے؟ ۳۔ انسان کا کائنات سے رشتہ اور اس میں اس کی حیثیت اور مقام کیا ہے؟

فکرِ انسانی کے ان تین اہم ترین سوالات سے متعلق بحثیں شاعری، فلسفے اور مذہب میں عام ملتی ہیں۔[۲۸] مضمون بعنوان ''اقبال کا نظریۂ علم'' میں سیدہ عظمیٰ گیلانی نے مذکورہ خطبے کے حوالے سے اقبال کے نظریۂ علم کو پیش کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ اقبال نے مسلم ایسوسی ایشن کی دعوت پر حیدرآباد اور علی گڑھ میں جو خطبات دیے وہ ۱۹۳۰ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئے۔ اسلامی افکار و تشکیل جدید کے سلسلے میں ان خطبات کی اہمیت، عظمت و افادیت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔[۲۲] اقبال اپنے خیالات و تجربات کی

بنیاد،علم وفن،شعروادب اور زندگی کے دوسرے مسائل کے بارے میں ایک خاص رائے رکھتے تھے......اس ادب کو رائیگاں اور مظلوم جانتے ہیں جس سے عالمِ انسانیت میں پیغمبری کا کردار ادا نہ ہو۔۲۶ اسلام معقولیت پسندی کو اشیا کی حقیقت کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے۔قرآن ہمیں بار بار عقل وفکر سے کام لینے کی تلقین کرتا ہے۔قرآن سیاروں، شمس وقمر، وادیوں، چوٹیوں، آبشاروں، پہاڑوں، ہواؤں اور مرغزاروں کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہے۔۲۷

مختصر یہ کہ اقبال نے اپنے خطبات میں علم کی اہمیت وافادیت کو قرآنی حوالوں سے ثابت کیا ہے۔کیوں کہ باری تعالیٰ نے کئی جگہ انسان کو عقل وفکر وتدبر کی تلقین کی ہے۔اقبال مسلمانوں میں اسی جذبے کو پروان چڑھانے کے خواہش مند تھے۔

الغرض مذکورہ ۱۵ مضامین کے مطالعے کا حاصل یہ ہے کہ مضمون نگاروں نے اپنی اپنی سوچ اور معیار کے مطابق اقبال کے تعلیمی نظریات کو اُجاگر کیا ہے۔جس کے لیے اقبال کی شاعری کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا اور خطوط سے بھی مدد لی گئی ہے۔ان مضامین میں کچھ طویل ہیں اور کچھ مختصر۔مضامین لکھنے والوں میں معروف اور غیر معروف دونوں اہلِ علم شامل ہیں۔تمام مضامین میں یہ قدر مشترک ہے کہ ان میں اقبال کے تعلیمی نظریات کو قرآن وحدیث سے مستفاد قرار دیا گیا ہے۔مجموعی طور پر ان مضامین کا معیار ملا جلا ہے۔بعض جگہ تکرار بھی موجود ہے جب کہ متعدد اقتباسات قیمتی آرا پر مشتمل ہیں۔

اقبال بیسویں صدی کی نابغۂ روزگار شخصیت ہیں اُن کی ہر جہت پر بھرپور لکھا گیا ہے،آپ کے فکر اور فن کو متعارف کرانے میں کتب، رسائل وجرائد کا تاریخی کردار رہا ہے۔خاص کر انجمن ترقی اردو کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ ادارے نے اُردو،تنقید،تحقیق کے ساتھ ساتھ علم وادب سے وابستہ مشاہیر کی خدمات کو بھی اُجاگر کیا ہے،اُن پر کتابیں شائع کی ہیں۔اسی طرح ''قومی زبان'' اور سہ ماہی ''اُردو'' میں مضامین شائع کیے ہیں۔میرے علم کے مطابق سب سے زیادہ مضامین اقبال پر شائع ہوئے ہیں۔اس طرح اقبالیاتی ادب کو فروغ دینے میں انجمن ترقی اُردو کی خدمات لائق تحسین ہیں۔

اقبال کے حوالے سے قائم دیگر ادارے بھی اقبال شناسی کی خدمات کے حوالے سے سرگرمِ عمل ہیں تاہم انجمن ترقی اردو سے شائع ہونے والی مطبوعات تفہیم کلام اقبال کی اوّلین کوششوں میں شمار کی جاتی ہیں۔مجلّہ سہ ماہی ''اردو'' اور ''قومی زبان'' میں شائع ہونے والے اقبال سے متعلق مضامین دراصل وہ بنیادی ماخذ ہیں جن سے بعد کے لکھنے والوں نے استفادہ کیا۔یہ مضامین بعد میں کئی دیگر جگہ پر بھی شائع ہوئے۔''انجمن'' نے ابتدا ہی سے اقبالیاتی ادب پر خاص توجہ دی جس سے قارئین میں اقبال فہمی کے جذبات پیدا ہوئے آج ''انجمن'' کے پاس اقبالیاتی ادب کا قابلِ ذکر خزینہ موجود ہے جس پر مختلف پہلوؤں سے تحقیقی اور تنقیدی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

حواشی:

۱۔ شاہد حسین رزاقی، ''سرسید اور اصلاح معاشرہ''، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص ۷۱۔

۲۔ ڈاکٹر ذکیہ رانی، ''توقیت سرسید احمد خان: تحقیقی تناظر''، حلقہ شاداب احسانی، کراچی، ۲۰۱۷ء، ص ۱۸۔

۳۔ شہزاد منظر، ''تاریخ انجمن، بابائے اردو مولوی عبدالحق کے بعد''، تکملہ ادیب سہیل، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۲۰۰۲ء، ص ۵۔

۴۔ سید ہاشمی فرید آبادی، ''پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی اردو''، انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۸۷ء، ص ۱۳۔

۵۔ شہاب الدین ثاقب، ''بابائے اردو مولوی عبدالحق، حیات وعلمی خدمات''، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۸۵ء، ص ۳۳۔

۶۔ ڈاکٹر انور سدید، ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ''، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد ۱۹۹۲ء، ص ۷۰۔

۷۔ ''تاریخ انجمن، بابائے اردو مولوی عبدالحق کے بعد''، ص ۱۵۔

۸۔ محمد اشرف کمال، ''انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کی مطبوعات (توضیحی کتابیات)''، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۵۵۔

۹۔ ''تاریخ انجمن، بابائے اردو مولوی عبدالحق کے بعد''، ص ۱۵۔

۱۰۔ ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ''، ص ۱۴۶۔

۱۱۔ بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق (مرتب) ''اقبال''، حرفے چند، جمیل الدین عالی، انجمن ترقی اردو، کراچی، اشاعت دوم، ۱۹۷۷ء، ص ۴۔

اس مضمون کے حوالے سے جمیل الدین عالی کا کہنا ہے کہ ''جناب مشفق خواجہ نے بڑے پیمانے پر غالباً پہلی بار علامہ مرحوم کے پہلے علمی کارنامے پر توجہ دلائی جو کوئی شعری مجموعہ نہیں بلکہ علامہ مرحوم کی تصنیف علم الاقتصاد ہے۔ اب تو اس پر بہت کام ہو چکا ہے مگر جب یہ مضمون تحریر ہوا (۱۹۵۷ء) اور جب یہ چھپا (۱۹۶۱ء) اس وقت تک محض اس کا تذکرہ ہو جاتا تھا۔ اقبال اکیڈمی تک میں نہیں چھاپا تھا۔ لوگ اس پر خصوصی توجہ نہیں دیتے تھے۔''

۱۲۔ جمیل الدین عالی، ص ۴۔

اس مضمون کے حوالے سے جمیل الدین عالی تحریر کرتے ہیں کہ: ''......انھوں نے علامہ مرحوم کی بہت سی ایسی تحریروں کی نشاندہی کی تھی جو اس وقت ان کی کلیات یا مجموعہ ہائے نثر میں شامل نہیں تھیں یا صحت کے ساتھ نقل نہیں ہوئی تھیں۔ اب کہیں کہیں نظر آتی ہیں.... بہر حال اس مقالے کی علمی یا ادبی حیثیت زیر بحث نہیں لیکن اس کی ایک تاریخی حیثیت ضرور ہے اس میں اس میں علامہ کے چند خطوط ہیں جو اس وقت غیر مطبوعہ تھے ان کی بھی تاریخی حیثیت ہے۔ دراصل اتنی بڑی شخصیت کے ہر زمانے کا ہر قول وفعل ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔''

۱۳۔ جمیل الدین عالی، ص ۴۔

اس مضمون کے حوالے سے جمیل الدین عالی رقم طراز ہیں کہ: ''انھوں نے (عزیز احمد) نے اس میں جو اقدار پیش کی تھیں اور جس طرح مشرق ومغرب کے قدیم وجدید پیمانوں سے ان کا موازنہ کیا تھا وہ حرف آخر تو نہیں مگر اپنی جگہ ایک کافی خود کفیل مقالہ ہے۔ جو آج بھی بہت سے (دوسرے درجے کے) مطالعوں سے بے نیاز رکھ سکتا ہے۔''

۱۴۔ اقبال، مولوی احمد دین، مرتب: مشفق خواجہ، انجمن ترقی اردو، پاکستان، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص ۲۸۶۔

۱۵۔ پروفیسر رالف رسل، ''اقبال اور ان کا پیغام'' (بابائے اردو یادگاری خطبہ ۱۹۹۴ء)، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، اشاعت اوّل، ۱۹۹۶ء، ص ۱۶۔

۱۶۔ ایضاً ص ۱۹۔

۱۷۔ ڈاکٹر آفتاب احمد''، میر، غالب اور اقبال، تین صدیوں کی تین آوازیں''، (بابائے اردو یادگاری خطبہ ۱۹۹۶ء)، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۵۔

۱۸۔ ایضاً ص ۹۔

۱۹۔ ایضاً ص ۱۴۔

۲۰۔ ایضاً،ص۳۳۔

۲۱۔ ''اقبال کامل''،نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۱۹۸۹ء،ص۳۶۳۔

۲۲۔ ''قومی زبان''،کراچی،جولائی۱۹۸۶ء،ص۱۷۔

۲۳۔ ایضاً،اپریل۱۹۹۱ء،ص۳۱۔

۲۴۔ ڈاکٹرمحمدآصف اعوان،''معارفِ خطبات اقبال،اجمالی،تحقیقی وتوضیحی مطالعہ''،میٹروپرنٹرس،لاہور،۲۰۰۹ء،ص۲۳۔

۲۵۔ ''قومی زبان''،کراچی،نومبر۲۰۰۶ء،ص۵۳۔

۲۶۔ ایضاً۔

۲۷۔ ایضاً،ص۵۵۔

فہرستِ اسنادِ محوّلہ:

۱۔ آفتاب احمد،ڈاکٹر:۱۹۹۶ء،''میر،غالب اوراقبال،تین صدیوں کی تین آوازیں''،(باباے اردو یادگاری خطبہ۱۹۹۶ء)،انجمن ترقی اردو پاکستان،کراچی۔

۲۔ اعوان،محمدآصف،ڈاکٹر:۲۰۰۹ء،''معارفِ خطبات اقبال،اجمالی،تحقیقی وتوضیحی مطالعہ''،میٹروپرنٹرس،لاہور۔

۳۔ انورسدید،ڈاکٹر:۱۹۹۲ء''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ''،اکادمی ادبیات پاکستان،اسلام آباد۔

۴۔ ثاقب،شہاب الدین:۱۹۸۵ء،''باباے اردومولوی عبدالحق،حیات وعلمی خدمات''،انجمن ترقی اردو،کراچی۔

۵۔ خواجہ،مشفق،مرتب:۱۹۷۹ء،''اقبال،مولوی احمددین''،انجمن ترقی اردو،پاکستان،کراچی۔

۶۔ ذکیہ رانی،ڈاکٹر:۲۰۱۷ء،''توقیت سرسیداحمدخان:تحقیقی تناظر''،حلقۂ شاداب احسانی،کراچی۔

۷۔ رالف رسل،پروفیسر:۱۹۹۶ء،''اقبال اوران کا پیغام''(باباے اردو یادگاری خطبہ۱۹۹۴ء)،انجمن ترقی اردو پاکستان،کراچی۔

۸۔ رزاقی،حسین شاہد:۱۹۶۳ء،''سرسیداوراصلاح معاشرہ''،ادارۂ ثقافت اسلامیہ،لاہور۔

۹۔ فریدآبادی،ہاشمی،سیّد:۱۹۸۷ء،''پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی اردو''،انجمن ترقی اردو،کراچی۔

۱۰۔ کمال،اشرف،محمد:۲۰۰۶ء،''انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کی مطبوعات(توضیحی کتابیات)''،انجمن ترقی اردو،کراچی۔

۱۱۔ منظر،شہزاد:۲۰۰۲ء،تکملہ:ادیب سہیل،''تاریخ انجمن،باباے اردومولوی عبدالحق کے بعد''،انجمن ترقی اردو،کراچی۔

۱۲۔ مولوی،عبدالحق،ڈاکٹر،مرتب:۱۹۷۷ء،''اقبال''،حرفے چند،اشاعت دوم،انجمن ترقی اردو،کراچی۔

۱۳۔ ندوی،عبدالسلام،مولانا:۱۹۸۹ء،''اقبال کامل''،نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد۔

رسائل:

☆ ''قومی زبان''،کراچی،شمارے جون۱۹۴۸ءتاجون۲۰۰۸ء۔

☆ سہ ماہی''اُردو''،انجمن ترقی اُردو ہند،دہلی۔

☆ سہ ماہی''اُردو''،انجمن ترقی اُردو پاکستان،کراچی۔